سلسلہ انتخابِ منظوماتِ کشمیری نمبر ۹

# لَل دیدٌ


مؤلف: پروفیسر جیا لال کول

مترجم: پروفیسر نند لال کول طالبؔ



جموں و کشمیر کلچرل اکادمی سرینگر

۱۹۶۱ء

ناشر : سیکرٹری کلچرل اکادمی سرینگر

کاتب : غلام حسن

باراول : جنوری ۱۹۶۱ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

طباعت : بروکاز پریس سرینگر

قیمت : دو روپے

## فہرس

# مقدمہ

یہ بات جس قدر حیرت انگیز ہے اسی قدر معنی خیز بھی کہ سنت اور صوفی خواہ کسی سرزمین سے اُٹھے ہوں سب ایک سی بات کہہ گئے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بلوجود مختلف اندازِ بیان کے ان کے خیالات میں یگانگت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس یگانگت کا ایک اہم اور قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اگرچہ دنیا کے سنت اور صوفی مختلف ممالک میں پیدا ہوئے اور مختلف زبانیں بولتے تھے اور ان کا پیدائیشی مذہب بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا زمان و مکاں اور مذہب و زباں کا اختلاف رکھتے ہوئے بھی ان کا اظہارِ بیان آپس میں مشابہ ہے۔ اور ان کے مشاہدے ایک سے ہیں۔ اس لحاظ سے ماننا پڑتا ہے کہ ان کے نظریوں کی تہ میں ضرور کچھ نہ کچھ حقیقت ہے جو محض توہمات کی اُلجھن کا نتیجہ نہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کے طرزِ فکر نے انسانی زندگی کو بلاوجہ متاثر نہیں کیا ہے۔

ایسی ہی بزرگ ہستیوں میں لل دید کا بھی شمار ہے۔ وہ چودھویں صدی کے وسط میں پیدا ہوئیں۔ یہ صدی کئی لحاظ سے تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اول اس لئے کہ اس صدی میں کشمیر میں اسلام کا نمایاں طور پر ظہور ہوا، اور سرعت

کے ساتھ پھیلنے لگا۔ اگرچہ کچھ عرصہ کے لئے سنسکرت بدستور سرکاری زبان رہی

لیکن اہلِ اسلام کی آمد پر اس کے ساتھ ساتھ فارسی کا بھی چرچا ہونے لگا اور

روز بروز اس کی ترویج و اشاعت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس

زمانے میں سنسکرت کی وقعت کم ہوتی گئی۔ اور اس وجہ سے کہ فارسی ابھی تک

بالکل عام نہیں ہوئی تھی، کشمیری زبان اظہار خیالات کا ذریعہ بننے لگی۔ رفتہ

رفتہ اس زبان کے ادب کا آغاز ہوا۔ اسی ادب کے علمبرداروں کی صفِ اول

میں لل دید کا نام نامی سرِفہرست نظر آتا ہے۔ انہوں نے دنیاوی مسائل، رموزِ تصوف

و عرفاں اور فضائے روحانیت میں پرواز کرنے کی اُمنگوں کا اظہار اسی زبان

میں کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسی صدی میں عام اور روحانیت سے متعلق روایات

میں نئے مواد کا بہت کچھ اضافہ ہوا۔ اشاعت اسلام کی تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ

پرانی روائیتیں بھی جاری تھیں۔ صدیوں پہلے کشمیر، بودھمت کا ایک مشہور علمی

و عملی مرکز رہ چکا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد جب بودھ دھرم کا زور گھٹ گیا۔ اور

ہندوستان میں ویدانت کو اقتدار حاصل ہوا، تو نویں صدی کے ابتدائی دور میں

یہاں ایک نئے فکر و نظر کا فلسفہ وجود میں آیا، جو "ترِکا" یا "شیو سدھانت"

کے نام سے مشہور رہا۔ کشمیر میں اسلامی سلطنت قائم ہونے کے بعد جب

اسلامی علم و ادب اور تہذیب و تمدن کا دور دورہ ہوا۔ بودھ دھرم اور

شیو سدھانت کی یہ روائیتیں ابھی زندہ تھیں۔ اس طرح مسلمان صوفیوں

اور ان سنتوں کی روایات اور طرزِ عمل میں باہمی ربط کا پیدا ہونا ضروری ہوا۔

اس امتزاج کا اثر ان صوفیوں پر پڑا جو یہاں کی سرزمین سے اُٹھے، اور جن کو

"رشی" یا "بابا" کہتے ہیں۔ داؤد مشکاتی نے اپنی تصنیف "اسرار الابرار" میں (جس کا ایک نسخہ مقامی گورنمنٹ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ میں موجود ہے) اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ اس بات کا ذکر "آیئن اکبری" اور سر والٹر لارنس کی کتاب "وادیٔ کشمیر" میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں سر رچارڈ ٹمپل اپنی کتاب "لل واکھ" میں لکھتے ہیں۔

"اگرچہ لل ہندو تھی اور شیومت کی مقلد اور اس کا رجحانِ خیالات صاف طور پر اس کے اپنے ہی عقائد کا آئینہ دار تھا پھر بھی اس میں صوفیوں کی تعلیم کو بہت دخل رہا ہے جو قریب قریب ہندوؤں کے اُپنشدوں کا نظریہ ہے"۔

موجودہ زمانے میں ان رشیوں اور بابا صوفیوں کا شیرازہ برقرار نہیں رہا ہے۔ مگر اس امتزاج علم وعمل کی مثالیں اب بھی گرد و نواح کے علاقوں اور دیہات میں پائی جاتی ہیں اور اس کا اثر ہمارے صوفی شعرا کے کلام میں اب تک موجود ہے چنانچہ صمد میر (جو نمبل ہار تحصیل بڈگام کے رہنے والے تھے اور ۱۰ جنوری ۱۹۵۹ء کو راہیٔ ملک بقا ہوئے) کہتے ہیں :-

وۄن صمد میرن شاستر ہیو پرُو اوم سۄ پرُو اوم سۄ

یعنی صمد میر نے شاستروں کی طرز ادا اختیار کی ہے۔ اوم سو اوم سو جپتے رہو۔

ہندو اور مسلمان صوفی شعرا نے لل دید کی تعریف میں جو کچھ کہا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی انہی کے جذبات وخیالات کی ترجمانی

کرتی ہیں اور یہ کہ در حقیقت سب اپنے اپنے انداز میں ایک ہی قسم کی تعلیم کے پیرو کار ہیں۔

مشہور عارف شمس فقیر جو ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے اور جن کا کلام اہل حال آج تک مزے لے لے کر پڑھتے ہیں لل دید کی نسبت فرماتے ہیں:-

"کوڑ للہ یکوٹھ آکاش پرانس (زان ملہ ناو بھگوانس ہیتھ)...

ژھلہ گیہ للہ مرڈ شراہ یار سرانس پلہ تمہ کوڑ زگہ ٹیکہ تار ترنس...

وہ پدیش کرنہ گیہ ننده ریشانس رندو دوپہس عین عرفان...

ژھیپہ ژھیپرس رگندن شاہ ہمدانس (زان ملہ ناو بھگوانس ہیتھ)"

ترجمہ :- "لل نے پران اور آکاش (ایتھر) کو ایک کر دیا۔ وہ بظاہر شراہ یار پر نہانے گئی مگر در اصل نہ صرف وہ دریائے جہلم کے پار ہوگئی بلکہ تیزی سے اس نے تمام کائنات کو عبور کیا۔ وہ نُند رشی (شیخ نور الدین نورانی رح) کو اُپدیش دینے گئی۔ اور رندوں نے اس اپدیش کو عین عرفان تسلیم کیا۔ لل نے شاہ ہمدان رح کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلی"۔

دوسرے مشہور عارف پنڈت پرمانند کہتے ہیں:-

"للیشوری یی یوگ ابھیس داران دوہ ادہشاٹ ہنڈل منز گنی زُنھ

اناہتہ نادہ بندو اوم پرزہ ناوان،، پنئر دہشہ زبیو۔ کلایہ ونیکلاوان

شوڈشہ سہزو کلا آزیئنئی پورنماسی تام ہیتھ چھس پیوان"

(ترجمہ) للیشوری نے یوگ کی مشق کرتے کرتے برہمانڈ (کاسۂ سر) کے بلند ترین مرکز پہ تن تنہا جگہ حاصل کی۔ اس نے حسنِ ارادت سے نقطۂ آواز (شبد کے

مقام ) 'پرُ اوم' کی حقیقت پہچان لی۔ اس نے چندرمہ کی پندرہ جیو کلائیں پگھلا دیں حتیٰ کہ 'پرم شو' (ذاتِ افضل) کی سولھویں کلا تابناک ہو کر نمودار ہوئی یعنی پورے طور پر مشاہدۂ حقیقت سے ہم آغوش ہوگئی۔"

لل دید کی زندگی کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ لہذا ان کی نسبت وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ صرف چند روایتیں مشہور ہیں جو بار بار سننے میں آئی ہیں اور قلمبند بھی ہو چکی ہیں۔ وہ ایک کشمیری پنڈت گھرانے میں سرینگر سے چھ میل دور جنوب و مشرق کی طرف سیمپور کے گاؤں میں پیدا ہوئیں اور وہاں سے دو میل کے فاصلے پر واقع مشہور قصبہ 'پانپور میں بیاہی گئیں۔ سسرال میں ان کا نام پدماوتی رکھا گیا۔ ان کی ساس ان کے ساتھ بہت برا برتاؤ کرتی۔ ان پر طرح طرح کے الزام عائد کرتی، اور انہیں بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتی۔ ان کے خلاف ان کے شوہر کے کان بھرتی اور بدظن کرتی۔ انہیں پیٹ بھر کر کھانا نہ دیتی، اس پر بھی لل دید کے منہ سے کبھی اُف تک نہ نکلتی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ان کے ہاں کسی تقریب کے سلسلے میں دعوت ہوئی تھی۔ لل دید دریا کے گھاٹ پر گئی تھیں۔ وہاں چند سہیلیوں سے ملاقات ہوئی انہوں نے مذاق کے طور پر ان سے کہا۔ آج آپ نے خوب ضیافت اڑائی ہوگی۔ لل دید نے جواب دیا کہ "ہوٗنٛڈ مارِتن یا کوٚنٛڈ للہِ نَلہِ وَٹھ ژلِہ نہ زانٛہہ"۔ یعنی "خواہ وہ بھیڑ کو ذبح کریں یا مچھلی پکائیں۔ لل کا حصہ سوائے پتھر کے کچھ نہیں" اتفاق سے لل دید کے سسر اس وقت کہیں پاس ہی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ گھر جا کر تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ جو کچھ لل دید نے کہا تھا سچ تھا۔ حقیقت یہ تھی

کہ ان کی ساس تھالی میں کھانا پروستے وقت ہر روز پکے ہوئے چاولوں کے چند دانوں کے نیچے ایک پتھر رکھ دیتی تھی تاکہ تھالی بھری ہوئی معلوم ہو۔ اس سے پہلے لل دید نے کبھی اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا۔ وہ ہنسی خوشی تمام سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرتی رہیں۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق لل دید نے کمسنی ہی میں اپنے خاندانی گرو سدھ بابو سے اُپدیش لیا۔ وہ اکثر اوقات گھر سے نکل کر کہیں دور نکل جاتیں اور تنہائی میں یوگ کی مشقِ عمل میں محو رہتیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں ریاض میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے گرو سے بہت آگے نکل گئیں۔ اس سلسلے میں ان کے متعلق آج تک بہت سی روائتیں مشہور ہیں۔ سسرال میں کچھ وقت گزارنے کے بعد آخرکار ایک دن گھر بار کو خیرباد کہا۔ اور ایک مست قلندر کی طرح نیم برہنہ حالت میں جابجا گھومنے لگیں۔ خود فرماتی ہیں:-

"گُرَن وونُم کُنُے وَژُن    نیبرٖ دوپنم اَندرِ اَژُن
سُے گوَ للہِ میۓ واکھ تہٕ وَژُن    تَوَے میۓ ہیوتم نَنگے نَژُن" (۱۴)

(ترجمہ:-) مرشد نے مجھے فقط ایک بات کہی۔ باہر کا (یعنی ظاہری) عالم چھوڑ کر تو اندرونی عالم (یعنی نہاں خانۂ دل) میں چلی جا۔ اے لل! اسی بات کو میں ہدایت سمجھی اور ارشاد — (اور) اسی وجہ سے میں ننگی ناچنے لگی۔"

اب وہ للّی دید کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے پیٹ کا نچلا حصہ (جسے کشمیری زبان میں لل کہتے ہیں) بڑھ گیا تھا اور جائے ستر پر پردے کا کام دیتا تھا۔ روایت ہے کہ اسی دوران میں ان کی ملاقات

پہلی دفعہ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ (شاہِ ہمدان) کے ساتھ ہوئی کہتے ہیں ان سے دوچار ہوتے ہی وہ پاس ہی ایک نانبائی کے تندور میں جا چھپیں لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہاں سے زرق برق لباس میں پھر نمودار ہوئیں۔ جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا۔ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ ایک مرد (یعنی مردِ خدا) کو دیکھ لیا۔ حضرت امیر کبیر ۸۰-۱۳۷۹ سے ۸۶-۱۳۸۵ تک کشمیر میں مقیم رہے۔ کہتے ہیں اس عرصے میں لل دیدؔ کی اُن سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ لل دیدؔ شیخ نورالدین ولی سے بھی (جو چرار شریف میں قیام کرتے تھے) کئی دفعہ ملیں اور انہیں اپنے روحانی کمال اور وجدانی نظر و فکر سے متاثر کیا۔ خاصی لمبی عمر پا کر بجبہاڑہ کے گاؤں میں جامع مسجد سے باہر انتقال کر گئیں۔

لل دیدؔ سے کشف و کرامات بھی منسوب کی جاتی ہیں۔ حالانکہ وہ ان کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں بلکہ ان کو بنظرِ حقارت دیکھتی تھیں۔ ان کے نزدیک یہ عمل بالکل شعبدہ بازی ہے۔ فرماتی ہیں :۔

" زل ٹھٔوُن ہیتھہ واہ تیٚرٕ ناوُن وُورذ واہ گٔمنَ پیرو ژٔر ہٕتھہ
کاٹھِہ دیٚنہِ دود شرٕماوُن انتہ سکہٕ ل کپٹ ژٔرہِتھہ "

(ترجمہ :۔) بہتی ندی کو روک لینا۔ شعلہ زن آگ کو بجھا دینا۔ آسمان پر چلنا۔ کاٹھ کی گائے سے دودھ لینا۔ یہ سب مکر و فریب کی چالیں ہیں۔"

لل دیدؔ بلاشبہ ایک شیو یوگنی تھیں۔ وہ شیو فلسفہ کی ترجمان یعنی "ترکا فلسفہ کے رموز و نکات اور 'تانترک' عمل سے بخوبی واقف تھیں، جیسا کہ خود

ان کے کلام سے ظاہر ہے۔ جسمیں وہ بار بار 'پران'[1] 'اپان' 'ناد بند' 'کنڈلنی' 'یوگ' 'کلاؤں' اور 'برہمانڈ' وغیرہ کا ذکر کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک 'پرم شو' 'اکل' ہے مگر شکتی جو 'سکل' یعنی 'تتوؤں' کی دنیا ہے شو ہی کا دوسرا روپ یا پہلو ہے۔ مایا محض ایک موہوم تصور نہیں بلکہ شکتی ہے۔ کائنات ممکن الوجود ہے اور عامل کے لئے ذریعہ عمل و کشائش ہے یا بالفاظِ دیگر وہ جوفی قالب (برہمانڈ) ہے جس میں برہما کے انڈے پائے جاتے ہیں لیکن جو در اصل شو شکتی تتو کا دوسرا پہلو ہے۔ انگریزی میں اس مفہوم کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں ادا کیا جا سکتا ہے:-

"Maya is a Shakti, not an illusion; and the creation is a Becoming, the Experience of the Experiencer, an unfoldment, an out-volution or, varying the metaphor again, a derivative of Mula-Prakriti, the Matrix in which the "eggs of Brahma (Brahmanda) are laid but which in truth is Herself the other aspect of Shiva-Shakti-Tattva —— "ardhapallavita-Shankararūpamudrā"."

---

[1] 'پران' 'اپان' 'ناد بند' وغیرہ الفاظ کی تشریح متعلقہ اشعار کے ترجمے کے تحت ملاحظہ فرمایئے۔

ان کے حالاتِ زندگی سے قطع نظر جو بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے یہ ہے کہ انہوں نے اہلِ کشمیر خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، امیر ہوں یا غریب، خواندہ ہوں یا ناخواندہ اپنا گرویدہ بنالیا۔ ان کے کلام کا اثر سب پر گہرا اور دیرپا رہا ہے وہ کشمیر کی مقبول ترین صوفی شاعرہ ہیں۔ لیکن ان کی ہر دلعزیزی کا باعث فلسفے کے دقیق حقائق کا بیان یا حبسِ نفس کا عمل یا کنڈلنی اور 'نادبند' یوگ کا غور و فکر نہیں۔ وہ صرف اسلئے قابلِ عزت و احترام نہیں سمجھی جاتیں کہ وہ شیو فلسفہ کی ترجمان ہیں۔ ان کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا باعث ان کی شدید عقیدت، عملی تجربہ، صدق و خلوص، بصیرت افروزی اور روحانیت سے متعلق رموز و نکات ہیں جن کو وہ شاعرانہ اندازِ بیاں کے ساتھ بامحاورہ اور عام فہم زبان میں ادا کرتی ہیں۔ زبان کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے بعض اشعار موجودہ بول چال میں بھی مروّج ہیں۔ ان واکھوں کی زبان اور آج کی زبان میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ واکھ ہم تک سینہ بسینہ آئے ہیں۔ اور ان کی زبان بدلتی رہی ہے۔ البتہ اس میں بعض ایسے الفاظ ضرور نظر آتے ہیں جو اب یا تو مر چکے ہیں یا متروک ہیں۔ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ انہوں نے قافیہ و ردیف کی بندش کی بدولت لوگوں کے ذہن میں گھر کر لیا ہے اور آج تک برابر مستعمل ہیں۔ کلام میں استعاروں اور کنایوں کی جو ندرت اور تخیل میں وسعت پائی جاتی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ انہی خصوصیات نے ان کی شاعری کو کشمیر کے ادبِ عالیہ میں ایک لافانی اور جاودانی مقام عطا کیا ہے استعارات کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) آمہ پنہٕ سۆدرس ناوچھس لمان (۲۱) ترجمہ: "میں کچے دھاگے کی مدد سے سمندر
میں ناؤ کو کھینچتی ہوں"۔

(ب) نابدی بارس اٹھ گنڈ ڈیٖل گوم (۴۳) " نبات کے بوجھ کی رسی کی گانٹھ
ڈھیلی ہوگئی"۔

(ج) گیان مارگ چھے ہاکہ وٲر (۱۲) " گیان کا راستہ ایک ساگ زار ہے"

(د) لولکہ نارٕ وٲلنجہ بُزٕم (۸۳) " میں نے آتشِ عشق میں اپنے دل کو جلایا"

(ہ) لل بہٕ دراٖس کپسہ پوشچہ سۆشی (۵۱) " میں (لل) کپاس کے پھول کیطرح کھلنے کی
امید میں (دور) جا نکلی"

لل دید کا کلام مستی و سرشاری کے جذبات میں ڈوبا ہوا ہے اور اس میں تصوّف اور معرفت کے رموز و اسرار کا وہ خزانہ موجود ہے جو سنتوں اور صوفیائے کرام کے ریاض و عمل کے حسین امتزاج پر مشتمل ہے اور جو انکی باہمی مطابقت اور مماثلت کا آئینہ دار ہے۔

یہ مجموعہ کلام بصیرت، جذباتِ عشقِ حقیقی، اور خلوص و صدق کا ایک ایسا مرقع پیش کرتا ہے جس میں حقیقت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ بلند پایہ سنتوں اور صوفیوں کے کلام میں یقیناً یہی اوصاف پائے جاتے ہیں
ظاہر ہے کہ ایک فرد بیک وقت کئی عالموں میں رہتا ہے۔ جن کو مجموعی طور پر دو عالموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک خارجی دنیا ہے جس میں عالمِ جمادات نباتات، حیوانات اور وہ تمام قوانینِ قدرت شامل ہیں جو فرد کے جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دوسری داخلی دنیا ہے جو فرد کے تصورات اور احساسات کی حامل ہے۔ اور جس کی تشکیل اس کے علم، مشاہدات، تجربات، جذبات اور ان تمام رشتوں سے ہوتی ہے جو اسے دوسرے افراد اور سماج سے جوڑ دیتا ہے

کئی لوگ ایسے واقع ہوئے ہیں جو ان تعلقات کا کھوج لگانا چاہتے ہیں

اور جو دنیا ہم نے اپنے تعلقات سے برپا کی ہوتی ہے اور جس کا وجود دراصل

ایک لِسانی یا علاماتی دنیا سے زیادہ نہیں وہ اس سے گذر کر حقیقت سے

دوچار ہونے کے متمنی ہوتے ہیں۔ اس تلاش میں وہ دنیا کی بہت سی قدروں

کو ترک کر دیتے ہیں۔ ہم اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ ایک چیز اور اس کی

علامت یعنی اس کے نام یا تصوّر اور کیفیت میں بہت فرق ہے۔ کسی چیز کا

نام یا تصوّر اس کی حقیقت کا مترادف نہیں۔ مثلاً بھوک کا لفظ یا اس کا تصوّر

خود بھوک نہیں یا غذا کا تصوّر غذا نہیں۔ اسی طرح لفظ خدا یا اس کا تصوّر

خدا نہیں۔ لہٰذا محض خدا خدا کرنے سے اس کی حقیقت پہچانی نہیں جاتی۔ حقیقت

کا جو بھی ہم [illegible] تصوّر کرتے ہیں وہ ہمارے اپنے ہی تخیّل کی پیداوار ہے۔ اور

اسی کی ایک اُلجھن۔ لّل دید فرماتی ہیں :۔

شِو شِو کران شِو نو توشے

یعنی شِو شِو جپنے سے شِو ( اللہ ) خوش نہیں ہوتا۔

حقیقت شناس ہستیوں کا قول ہے کہ حقیقت ڈھونڈھنے کی چیز نہیں

اور نہ ہی کہنے سُننے کی بلکہ یہ دیکھنے کی چیز ہے۔ اس سلسلے میں لّل دید کہتی ہیں

"لل بہٕ لوٚسُس ژھاران تہٕ گاران ہل میٚۓ کورمس رسہٕ نِشہٕ تہٕ

وُچھُن ہیوٚتمس تارٕ ڈیٹھہ مس برٕن میٚۓ تہٕ کل گینیہ تہٕ زوگمس تتی" (۳۴)

ترجمہ :۔ "میں ( لّل ) اسکی تلاش کرتے کرتے تھک گئی۔ میں نے اپنی تمامتر

طاقت بلکہ اس سے بھی بڑھکر کوشش کی۔ میں نے اسے (شوق سے) دیکھنا شروع

کیا مگر دروازہ بند پایا۔ میری چاہ اور بھی بڑھ گئی۔ اور ہیں اس کی تاک میں وہیں بیٹھی رہی۔"

ایک اور جگہ فرماتی ہیں :۔

ژھانڈان لوسس پأنی پانس ژھیپتھ گیانس ووتُھم نا کونژھ
لے کرمس تہٕ واژس الکھانس" (۳۷)

ترجمہ :۔ میں آپ اپنی تلاش کرتے کرتے تھک گئی مگر کیا اس تلاش سے کوئی گیان کا رازِ سربستہ پا سکتا ہے؟ جب میں نے اس کو اپنا بنا لیا تو میں اس میکدے (یعنی سرچشمۂ حقیقت) میں جا پہنچی۔"

للؔ دید کے دل میں حقیقتِ ذات سے ہم آغوش ہونے کی بیحد لگن اور انتہائی جذبۂ شوق پایا جاتا ہے۔ کہتی ہیں۔

" آمہ پنہٕ سودرس ناوِ چھس لمان کتہٕ بوزِ دَے میون میہٕ تہٕ دِیہٕ تار
آمین ٹاکین پونی زن شمان زُو چھُم برمان گرہٕ گژھہ ہا" (۱۰)

ترجمہ :۔ " میں (گویا) کچے دھاگے کی مدد سے ناو کو سمندر میں کھینچتی جاتی ہوں۔ کاش میرا مالک میری آواز سُن لے اور مجھے پار اُتار دے۔ میرا حال مٹی کے اُس کچے برتن کا سا ہے جس میں پانی جذب ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ میری روح اپنے اصلی مقام کو لوٹنے کی آرزومند ہے۔"

اس حقیقی منزل تک رسائی حاصل کرنے کے کیا وسائل ہیں۔ اس بارے میں وہ یوں سوال کرتی ہیں ؎

" گرتہٕ چھ ہکہٕ درشہٕ کوہ زانہٕ وَنتھ " (۱۱)

ترجمہ:- "کس طرف سے جاؤں اور (صحیح) راستہ کیسے پہچانوں؟"

غرض یہ رنگ و بو کی دنیا، یہ نام اور روپ کا عالم جو ہمارے ہی من نے تعلقات کی بناء پر قایم کرکے ماضی کی یاد یا مستقبل کی خواہش کی صورت میں لا کھڑا کیا ہے اور جس نے حقیقت پر کچھ ایسا پردہ ڈال رکھا ہے کہ اُٹھائے نہ بنے ہماری راہ میں حایل ہے۔ یہ پردہ ہٹ جائے تو حقیقت کا مشاہدہ ہو سکتا ہے یا یوں سمجھئے کہ اس تعلقاتی دنیا کے برپا کرنے والے یعنی 'من' کا پردہ اُٹھ جائے تو انسان حقیقت سے آشنا ہو سکتا ہے۔ لل دید کہتی ہیں کہ پوجا پاٹ کرنے، پھول چڑھانے، جانوروں کی قربانی دینے یا ایسے ہی بتائے ہوئے طریقوں یا مذہبی رسموں کی پیروی کرنے سے حقیقت سے شناسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ ان مذہبی رسموں کو ریت کی رسی قرار دیتی ہیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں:-

(ا) "کُش پوش تیل دیپچھ نا گژھے" (ع ۴۳)

ترجمہ:- "کُشا گھاس۔ پھول تل اور دھوپ نہیں چاہیئے۔"

(ب) "اژیتھ وُٹس سُژیتھ کھٹھ دِین آہار" (ع ۴۴)

ترجمہ:- "جاندار بھیڑ کو بیجان پتھر کے آگے قربان کرنا!"

(ج) "ہا منشہ کیازہ چھکھ وُٹھان سکہ لوَر" (ع ۱۶)

ترجمہ:- "اے انسان! تو ریت کی رسی کیوں بٹ رہا ہے؟"

انسان ان محدود وسائل سے حقیقت حاصل نہیں کر سکتا نہ اُسے خوشامد سے اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور نہ ہی آہ وزاری سے اس پر دسترس

پاسکتا ہے۔ وہ کہیں دور نہیں۔ کہیں سے بُلا کر لانے کی چیز نہیں۔ وہ ہر جگہ

ہر حال میں موجود ہے۔ نحن اقرب ہے۔ وہ کہتی ہیں :-

(الف) "وُچھم پنڈت پننہ گرے" (۳۶)

ترجمہ :- "میں نے پنڈت کو اپنے ہی گھر میں دیکھا"

(ب) "نِشہِ چھُے تے دُور موگارُن" (۳)

ترجمہ :- "وہ تیرے قریب ہے۔ اُسے دُور نہ ڈھونڈ"

(ج) "نِشہِ چھُے تے پرزانتن"

ترجمہ :- "وہ تیرے پاس ہے، اُسے پہچان لے"

حقیقت کو پانے کے لئے تپسیا یا ریاضت کی ضرورت نہیں نہ یہ محض خواہش سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی دھیان میں اس طرح بھی سما جائے جس طرح نمک پانی میں، پھر بھی اس کے لئے حقیقت کا پہچاننا مشکل ہے۔ فرماتی ہیں :-

"سہزس شم نہ دم نو گژھے یژھہ نو پراوکھ مُکتی دوار
سلس کون زن میلیتھ گژھے تو تہ چھُے دُرلب سہزہ وِژار (۳۸)

ترجمہ :- "وجودِ حقیقت کی معرفت کے لئے ضبط و سکون کی ضرورت نہیں نہ محض آرزومندی سے نجات کے در تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے چاہے انسان دھیان میں اس طرح محو ہی کیوں نہ ہو جس طرح پانی میں نمک گھُل جاتا ہے پھر بھی ذاتِ حق کا تشخص دشوار ہے۔"

البتہ جن باتوں سے 'من' یا 'انا' کو تقویت ملتی ہے یا بالفاظِ

دیگر جو انسان کو فریب دیتی ہیں۔ یعنی شہوت، غصہ، حرص، اور غرور یہ سب رہزن ہیں اور انسان کو دن دھاڑے لوٹتے رہتے ہیں۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا فائدہ مند ہے۔ کہتی ہیں۔

(الف) " مارُکھ مارہ بُڈ بھتہ کام ۔ کرُودھ تہ لُوب " (۱۷)

ترجمہ :۔ " شہوت، غصہ اور حرص، یہ تینوں قاتل ہیں۔ انہیں مار ڈال ۔"

(ب) ییمہ لُوب مَنمتھ مد زُور مورُن ۔ وتہ نَاشتھ مارِتھ تہ لوگُن داس
تمہ سہز ایشور گورُن ۔" (۷۰)

ترجمہ :۔ " جس نے حرص، ہوائے نفسانی اور غرور یعنی ان رہزنوں کو مار ڈالا اور اپنے آپ کو سب کا خدمتگزار قرار دیا۔ اُسی نے ایشور کی سچی تلاش کی۔"

لیکن یہ عمل کچھ آسان نہیں۔ فرماتی ہیں :۔

" پرُن سہل، پالُن دوِلب سہز گارُن سِکھم تہ کرُ ووُٹھ " (۵۲)

ترجمہ :۔ " پڑھنا آسان ہے لیکن عمل کرنا مُشکل۔ ذات (آتما) کی تلاش دقیق اور کٹھن ہے۔"

انسان تخیلات سے چھٹکارا حاصل کرے اور اپنی اصلیت میں مستغرق رہے تو یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ اس پر وہ فرماتی ہیں :۔

(الف) " ژُوپہ مارُن سہزِ وِچارُن دِروگ زانُن ۔ کلپن تراو " (۳۰)

ترجمہ :۔ " خواہشات کا خاتمہ کر اور وجودِ حقیقی کے تصور میں ڈوب جا۔

اُسے بے بہا سمجھ۔ تصوّراتِ باطل سے باز رہ ۔"

(ب) " لُلی لُلی کران لالہ وُزنووُم " (۸۶ع)

ترجمہ :۔ " لل ہوں میں۔ ہاں لل ہوں میں۔ یہ آواز دیتے ہوئے میں نے محبوب کو جگا دیا۔"

(ج) " سہ ویزارہ۔ پوہنی ہرس پُوزہ لاگہ "

ترجمہ :۔ اپنی آتما کے دھیان رُوپی جل سے ہی ہری یعنی رشو کو جل چڑھا دے۔ یہی ریاض ہے اور تپسیا۔ اس حقیقت کو جاننے کے لئے صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ اور کسی کشمکش کی نہیں۔

(د) " میۂ تہٕ کل گنیپیہ تہٕ زوگمس تنٔخ " (۳۴ع)

ترجمہ :۔ " میری چاہ بڑھ گئی اور میں اس کی تاک میں وہیں بیٹھ گئی۔"

(ب) تیلہٕ لل ناو دزام ییلہٕ دُلہٕ ترائوِمس تتی ۔" (۳۵ع)

ترجمہ :۔ " جب میں دامن پھیلائے ( یعنی دھیان میں ) وہیں بیٹھی رہی، میں لل کے نام سے مشہور ہوئی۔"

(ج) " ہیٚنہٕ مالہٕ سنتوُش، واتی پانے ۔" (۲۸ع)

ترجمہ :۔ " صبر و تحمل سے کام لے۔ وہ خود مل جائے گا۔"

ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالنا ضروری نہیں کہ انسان دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرے اور دُور جا کر کسی جنگل میں رہے۔ دیکھئے اس بارے میں ان کا کیا خیال ہے :۔

" کندیو گیہ تٔزی، کندیو ونواس وو پھل من نا رٔٹھتہٕ واس

دین رات گنزرِتھ پٔن شواس ییتھے چُھک تہٕ تتھے آس " (عـ)

ترجمہ :- "کوئی گھر بار چھوڑ دے یا صحرا نشینی سے منہ موڑ دے۔ جبتک من چنچل رہیگا۔ صبر و سکون ممکن نہیں۔ رات دن نفس کا ادراک کرتے رہ۔ پھر جہاں جی چاہے قیام کر۔"

لل دید عالمِ ظاہری یا مادی دنیا کو ہیچ ماننے کی قائل نہیں۔ ہر فرد بشر کو خواہی نہ خواہی اس دنیا کے ساتھ کم و بیش متعلق ہونا پڑتا ہے۔ اس پر سردی و گرمی کا اثر ہوتا ہے۔ اسے کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہ دیگر ضروریات زندگی سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ کہتی ہیں :-

"یوءِ تیہر ژلی تِم امبر ہیتیا کھیوءِ دیءِ گگی تِم آہار اُن" (نمبر ۱۰)

ترجمہ :- کپڑے پہنو تو صرف اس لئے کہ سردی نہ لگے۔ غذا کھاؤ تو صرف اس لئے کہ بھوک مٹ جائے۔"

وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ خواہشات کو پورا کرنے سے من کو شانتی نہیں ملتی:-

"کھیتھ گنڈِتھ شمہِ نا مانس" (نمبر ۶۵)

ترجمہ :- کھانے پینے اور سامانِ عیش و عشرت سے من کو شانتی نہیں ملتی۔

وہ فرماتی ہیں کہ خواہشات کو دبانے سے بھی یہ شانتی نہیں ملتی :-

"کھیین کھیین کران کُن نو واتکھ نہ کھیینہِ گژھک اہنکاری" (نمبر ۹۶)

ترجمہ :- کھانے اور متواتر کھانے سے تجھ کو کچھ حاصل نہ ہوگا اور نہ کھانے سے تجھ میں غرور پیدا ہوگا۔"

بحیثیت ایک فرد کے انسان کو لازمی طور سماج میں دوسرے افراد کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا پڑتے ہیں۔ ان کے ساتھ مل جل کر رہنا واجب

ہے جو کچھ بُرا بھلا وُہ کہیں۔ گالی دیں۔ غصہ کریں یا پرستش اور خوشامد کریں غرض جو کچھ وُہ کہیں یا کریں، اس سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔

"گال گنڈِنی نیم بول پڈِنی نیم    ڈیپچھ نم تی یس ہیہ رُوتْھے
سہزہ کُسمَو پُوز کرِنہ نیم    بو اہہ۔ لاگنو تہ کس کیا موتْھے" (ع۔۵۵)

ترجمہ:۔ "وُہ مجھے بُرا بھلا کہیں یا بدنام کریں، جس کا جی جو چاہے میری نسبت کہے اگر وُہ سچے دل سے میری پرستش بھی کرے۔ پھر بھی ان باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا، پس اس سے اس کو کیا حاصل ہوگا۔"

لل دید فرماتی ہیں کہ اگر انسان حقیقت سے ہم آغوش ہو کر من کو کسی اور چیز سے وابستہ نہ رکھے تو شب و روز دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے کے باوجود بہر حال اس کا بھلا ہوگا۔

"شُوشُو کران ہمسِ گِتھہ سوٗرِتھہ    رُوٗژِتھہ دِیٖہ ہارِی دِین رِکھو راتھ
لاگہِ رُوس۔ اَدوٗے بِس مَن گرِتھہ    تس نیٖتھہ پرٗزن سُرہ گرہ ناتھ" (ع۔۶)

ترجمہ:۔ "شُو شُو پکارتے ہوئے جو ہنس کی چال کا دھیان رکھے (اور رات دن (دنیاوی) کاروبار میں لگا رہے (لیکن) بے لوث ہو کر اپنے من کو دوئی سے آزاد رکھے (یعنی ذات احد کے بغیر کسی کو تسلیم نہ کرے۔) اسی پر دیوتاؤں کا دیوتا مہربان رہتا ہے۔"

وُہ جا بجا اپنے کلام میں من سے دوئی دُور کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔

"پرٗتہ بان ہیٗمی سوٗم مون    ییٗتھ ہیٗوہ مون دِین کیہہ راتھ
ہیٗمہ پِسی من ادوٗے سآنپُن    تمی ڈیٗوِ تھیٖ سُرہ گرہ ناتھ" (ع۔۴۲)

ترجمہ :۔ جس نے اپنے اور پرائے کو یکساں مانا۔ جس نے دن اور رات میں کوئی فرق نہ سمجھا۔ جس کا دل دوئی سے آزاد ہے۔ اسی نے فقط اسی نے دیوتاؤں کے دیوتا کو پہچانا۔"

حقیقت کو پانے کا راستہ یہی ہے۔ جب من کا پردہ ہٹ جاتا ہے تو وہ خود بخود آشکار ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں جو مشاہدہ عمل میں آتا ہے بیان سے باہر ہے۔ اس مشاہدہ کو لل دید نادر استعاروں اور کنایوں میں بیان کرتی ہیں :۔

(۱) "ابھیاسی سوِکاسی لَیہ وو دِ تھو — گگنس سگُن میُول سمرِزوٹا

شُونیہ گول تہٕ اناَمے مو تُو — یہے وو دِ پریش چھے بٹا" (۱۰۸)

ترجمہ :۔ "جب یوگ کی پیہم مشق سے پدید ناپدید ہو جاتا ہے کائنات کرۂ اثیر میں گم ہو جاتی ہے پھر کرۂ اثیر بھی غائب ہو جاتا ہے اور صرف وجودِ حقیقی کی ذات باقی رہتی ہے۔ اے برہمن یہی سچا اپدیش ہے"

"واکھ منس کول اکول ناَ اتے — ژھئو پہ مُدرہ اتہٕ نا پژولیش

روزن شو شکتھ نا اُتے — مو تے کینہہ تہٕ سُے ووپدیش" (۱۰۹)

ترجمہ :۔ " وہاں حرف زبان باقی رہتا ہے نہ من اور نہ (شیو فلسفہ کے بتائے ہوئے ۳۶) تتوؤں کا عمل ہے۔ وہاں شیو شکتی تو بھی باقی نہیں رہتیں جو کچھ باقی رہتا ہے وہی اپدیش ہے۔"

یہی سب سے اونچا مقام ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خارجی دنیا جس میں فرد پیدا ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت ایک ایسے پہنچے ہوئے سنت یا صوفی کی نظر میں کیا ہے! کیا دنیا و دین۔ خدا و شیطان۔ دُنیا و عقبیٰ۔ فرد اور سماج فرد اور دنیا اور اس قسم کی دوئی قائم و دائم رہتی ہے یا نہیں۔

لل دید فرماتی ہیں: "جب میرا من آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہوا تو میں نے اُسے پہچانا۔ جب میں نے اُسے پاس ہی دیکھا تو جو کچھ بھی تھا وہی تھا اور میں کہیں نہ تھی۔"

"گرِس زان ہل تہٕ لم مُنس — اُدہ میُہ لبہم زنس زان

"شہ ییلہِ ڈیوٗٹھم نِشہِ پانس      سورُے سٗے نہ بو فو کینہہ" (۱۳۰ع)

ایک اور جگہ وہ اپنا مطلب اس طرح سمجھاتی ہیں۔" جب جاڑا شدید ہوتا ہے تو پانی جم کر یخ بنتا ہے یا برف کی صورت اختیار کرتا ہے۔ بظاہر تین مختلف چیزیں ہیں مگر غور کرو تو یہ تینوں چیزیں در اصل ایک ہیں۔ اسی طرح جب اصلیت اور حقیقت کا سورج چمکتا ہے تو جیو۔ کائنات اور حقیقت ایک بن جاتے ہیں اور یہ سب ایک ہی حقیقت کے مظاہر ہیں"۔

"ییرہ سُلل کھوٚت تٲے تیتر ے      ہمہ ترہ گے ہین، امین وُ بُرشا

ژیتیئے زو باتہ سَپ سَمے      شِوہ مے ژراژر زگ پشیا" (۱۱۱ع)

اس حقیقت سے واقف ہو کر وہ پھر رندانہ جرأت سے پوچھتی ہیں کہ "جب تو ہی تو ہے تو پھر یہ کھیل کیسا؟"

بقول غالب ؎ جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

"ژءیے ناران، ژءیے ناران      ژوئے ناران، ییم کَمہ وِہ (ع ۱۳۱)

یہ گیان للّ دید کی زندگی پر نہ صرف اثر انداز رہا بلکہ اس نے ان میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا، جس کا پتہ اُن کے کلام سے چل جاتا ہے۔ ع

"معجزہ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود"۔ اُن کا کلام خونِ جگر میں رنگا ہوا ہے۔ اور اسمیں وہ رموز و اسرار موجود ہیں جو کسی پہنچے ہوئے سنت یا صوفی ہی کے ہاں مل سکتے ہیں۔ ان کے من سے دوئی مٹ گئی تھی اور وہ اپنے اور پرائے میں کوئی امتیاز نہ کرتی تھیں۔ وہ محبت و آشتی کا سرچشمہ تھیں:۔

" ناتھ ! نا پان نا پُز زونم " (ع۵۷)

ان کے دل سے ساری خواہشیں خود بخود مٹ گئی تھیں۔ وہ کھانے پینے میں اعتدال پسند تھیں اور بہر صورت درمیانی راستہ اختیار کرنا ان کا شعار بن چکا تھا۔

(ا) سوٚ مےٚ آہار سیتھاہ زونم لوٚبن لوٚگن برٛم نہ پرے (ع۶۳)

ترجمہ :- " میں نے اعتدال سے کھانا پینا کافی سمجھا (اور) خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل نہ ہوئی۔"

(ب) سوٚ مےٚ کھیہ مالہ سوٚ مےٚ آسکھ سوٚ مےٚ کھیئنہ مُژرنے برٛین تارٛئی (ع۶۴)

ترجمہ :- " اعتدال پسند بن اور کھانے پینے میں اعتدال اختیار کر۔ ایسا کرنے سے تیرے لئے دروازے کھول دئے جائیں گے۔"

وہ کہتی ہیں کہ مذہبی کتب میں موت کی جو تصویر کھینچی گئی ہے نہایت ڈراونی ہے :- " شاستر بوزتھ چھُہ بیٚمہ بیٚیہ کرٛوٗتھم " (ع۶۵)

ترجمہ :- شاستروں کو پڑھ سُن کر موت بہت ڈراونی معلوم ہوتی ہے۔"

ان کے دل سے اب سب ڈر دُور ہو چکا تھا، کیونکہ اسمیں جھوٹی آشائیں باقی نہیں رہی تھیں۔ اب تو وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی گویا مر چکی تھیں۔ کہتی ہیں :-

(ا) " برانتھ یمو ترٛاو تمے گے کُھسِتھ " (ع۶۵)

ترجمہ :- جنہوں نے جھوٹی آشائیں چھوڑ دیں وہی برتر ہیں۔"

(ب) " زندہ مرُس تہ میٚۓ کرہ کیا ؟ " (ع۱۲۱)

ترجمہ :- " زندہ ہوتے ہوئے بھی میں مر گئی ہوں۔ اب ہستی میرا کیا بگاڑ دیگی ؟"

(ج) مرِہ کُس تہٕ مارن کس ؟ "

ترجمہ:۔ "کون مریگا؟ کون مارا جائے گا؟

ان کے لئے زندگی اور موت دونوں یکساں تھے۔ فرماتی ہیں:۔

"مرہ نیچھہ تہٕ لسہٕ نیچھہ" (ع ۱۲۳)

ترجمہ:۔ مروں تو اچھا، زندہ رہوں تو اچھا"۔

اب وہ ماضی اور مستقبل یعنی زمانے کی قید سے آزاد ہو چکی تھیں۔ دنیا میں ہر چیز بدلتی رہتی ہے۔ ع "ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں"۔ زندگی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ جب تک انسان کا دل خواہشات، اور احساسات کا حامل ہے وہ ماضی اور مستقبل کے چکر میں پھنسا رہتا ہے اور حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ اس لیے کہ حقیقت ان پابندیوں سے بے نیاز اور زمانے کی قید سے آزاد ہے۔ جب تک یہ جلوہ گر نہیں ہوتی، انسان تغیرِ زماں کا شکار رہتا ہے۔ اس معنی خیز حقیقت کی طرف لل دید اشارہ کرتی ہیں:۔

(ا) "کلن کالہٕ زاؔلی یؔدٕ ژےٚ گوٚل    وؔنیدرِ گرِوا وؔنیدرِ ونو اسس" (ع ۲۹)

ترجمہ:۔ جب تیری خواہشیں زمانے کے تغیر سے آزاد ہونگی یعنی جب یہ ختم ہو جائیں گی تو پھر تو گھر میں رہے یا جنگل میں ایک ہی بات ہے"۔

(ب) "ژٕیتھ نووُے ژٕندرمہ نووُے    زلہٕ مےٚ ڈیُوٗٹھم نوم نووُے
ینہٕ پیٹھ للہٕ میہٕ تن من نووُے    تنہٕ لل بہٕ نوم نووُے چھس" (ع ۱۳۴)

ترجمہ:۔ "چیت نیا۔ چاند نیا اور یہ کائنات بھی دمبدم نئی ہی نئی ہے۔ جب سے لل نے (میں نے) اپنا تن من صاف و پاک کیا میں بھی ہر دم ایک نئی زندگی پاتی ہوں"۔

لل دید اب حقیقت سے ہم آغوش تھیں۔ انہیں اللہ کو کسی خاص نام سے

یاد کرنے کی ضرورت نہ تھی اسے کسی نام سے یاد کیا جاسکتا تھا خواہ وہ شِو ہو یا وِشنو
برہما ہو یا بدھ یا کچھ اور چنانچہ کہتی ہیں :۔

" شِو وا کیشو وا جِن وا۔ کملزہ ناتھ نام دارِتھ یُوہ " (ع۴۶)

ترجمہ :۔ " شِو ہو یا کیشو جِن ہو یا بدھ یا کملج برہما۔ کچھ بھی اس کا نام ہو"

وہ مذہب کی قیود سے آزاد ہو چکی تھیں۔ ان کی نظر میں ہندو اور مسلمان
میں کوئی فرق نہ تھا۔ سب میں ایک ہی جلوہ نظر آرہا تھا۔ اُنہیں کھانے پینے کی
چیزوں میں بھی کوئی پرہیز نہ تھا۔ اب اُنہیں وہ مقام حاصل ہوا تھا کہ جو کام
وہ کرتیں وہ پوجا تھا اور نماز۔ جو کچھ وہ کہتیں وہی اللہ کا نام اور جس چیز پر
نظر ڈالتیں اس میں فقط جلوہ الٰہی دیکھتیں۔

(ا) " یہ یہ کرم کورُم سُہ ارٹُن یہ رِہنہ ویژورُم تی منتھر " (ع۱۳۴)

ترجمہ :۔ " میں نے جو بھی کام کیا وہ عبادت تھا۔ میری زبان سے جو بات نکلی
وہ منتر تھی۔"

(ب) " گگن ژٔے بھوتل ژٔے ژٔے چھکھ دین تہ راتھ
اژگ ژندن پوش پونی ژٔے ژٔے چھکھ سورُے تہ لاگز نہی کیاہ " (ع۱۲۵)

ترجمہ :۔ " تو ہی آسمان ہے تو ہی زمین۔ تو ہی دن ہے ہوا ہے اور رات۔
تو ہی چڑھاوے کا اناج، چندن، پھول اور پانی۔ تو ہی سب کچھ۔ میں
کیا نظر کروں۔"

(ج) " شِو چھُے تھلہ تھلہ روزان مہ زان ہیونڈ تہ مسلمان " (ع۱۰۵)

ترجمہ :۔ شِو ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ ہندو اور مسلمان میں کوئی امتیاز نہ کر۔"

(د) "زنس اندر کیوں زونم     اَنس کھیّنس کُس چھُم دوقہ لش" (۱۱۹ء)

ترجمہ :- "مجھے اس کے بغیر کوئی نظر نہ آیا۔ پھر کھانے پینے میں کیا پرہیز کرتی"

(ل) پانہٕ منز تیلہٕ ڈیوٗٹھکھ میہٕ ژٕئی     میہٕ ژٕ تہٕ پانہٕ ، دِیتُم ژھوہ" (۱۳۲ء)

ترجمہ :- "جب میں نے تجھے اپنے آپ میں پایا۔ تو جوشِ مسرت سے، میں نے

تجھے اور اپنے آپ کو آشکارا کیا"۔

غرض لل دید کا کلام بصیرت، عشق اور صدق وخلوص کا ایک

پیش کرتا ہے جسمیں حقیقت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ بلند پایہ صوفیوں

اور سنتوں کے کلام کی خصوصیت بھی یہی ہے۔ دیکھئے مولانا روم رح کیا فرماتے

ہیں :-

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را     عشق اندر دل فزاید صدق را

صدق بیداریٔ ہر حس میشود     حسّہا را ذوق مونس میشود ....

ہر حست پیغمبرِ حسہا شود     جملۂ حسہا دراں جنت رود

حسہا با حس تو گویند راز     بے زبان و بے حقیقت بے مجاز

شری اُتپلدیو جی "شوستوترآولی" میں کہتے ہیں :-

तत्तदिन्द्रियमुखेन सन्तते
युष्मदर्चनरसायनासवम् ।
सर्वभावचषकेषु पूरिते
स्वापिबन्नपि भवेयमुन्मदः ॥

ترجمہ :- "کاش میں تجھ سے اپنی عقیدت کی شراب، آبِ حیات مختلف

اندروں سے لگاتار جی بھر کر پینے کے بعد مست و سرشار ہو جاؤں جس سے تمام
موجودات کے جام لبریز ہیں۔"

---

للّ دید کے ہمعصر مورخوں مثلاً جون راج، شری ور اور پودھ بھٹ نے
اپنی تاریخوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ عوام
کے لئے یہ پہلا موقع تھا جب رموز و حقائق تصوّف اور ان کو بروئے کار لانے
سے متعلق ضبط و عمل کے طریقوں کا بیان انہیں اپنی زبان میں دستیاب ہوا۔
اگرچہ اس قسم کی تعلیم سمجھنے والوں کی تعداد اب تھوڑی رہ گئی تھی۔ کشمیری زبان
میں یہ اندازِ بیان سنسکرت کے مقابلے میں (جس کو اب مقابلتاً کم لوگ سمجھ
سکتے تھے) بہت مقبول ہوا۔ ظاہر ہے سنسکرت کے پنڈتوں نے اس طریق
کار کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا ہوگا۔ اور اس لئے ان کے کلام کو قابل
التفات نہیں سمجھا ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ للّ دید کوئی
ودوان پنڈت نہ تھیں بلکہ سماج کے دستور کے خلاف ایک نیم برہنہ مستانہ جوگن
کی صورت اختیار کئے ہوئے تھیں۔ ان مورخوں نے انہیں درخور اعتنا نہ سمجھا
ہو یا شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ اس وقت تک للّ دید کو اس قدر شہرت حاصل نہ
ہوئی تھی جتنی کہ ایک دو صدیوں کے بعد جب ان کے کلام کا چرچا نزدیک و دور
ہونے لگا۔ بعد میں آنے والے مورخوں نے کشمیر کی تاریخی کتب میں ان کا ذکر نہایت
احترام سے کیا ہے۔

خواجہ اعظم دیدہ مری اپنی تاریخ "واقعاتِ کشمیر"[1] (۱۱۴۹ھ) مطبوعہ ۱۳۰۳ھ
میں لکھتے ہیں:-

---

[1] صفحہ ۳۴، ۳۵۔ ناشر غلام محمد نور محمد

"عارفہ کاملہ للہ مجذوبہ ... . راجذبۂ الٰہی روداده ودل بانقطاع و وانزوا نہاده چندے بہ سر و خفای میگذرانید و کسے از خویش و پیوند پے بحالت باطنی آں مجذوبۂ دردمند نمے برد"

پنڈت بیربل کاچرو کی تصنیف "مجموعۂ تواریخ[2]" (۱۸۴۶ء) میں ان کا ذکر یوں آیا ہے :-

"لل نام عفیفۂ خداپرست ... . صاف ضمیرے از فرقۂ ہنود قدم بمنصۂ شہود گذاشته بود ۔ در موضع پانپور سکونت نمود"۔

پیر غلام حسن کھویہامی کی تاریخ المعروف "تاریخ حسن[3]" حصہ سوم میں لل دید کا ذکر ان الفاظ میں پایا جاتا ہے :-

"بی بی لل عارفہ کاملہ ثانی رابعہ بود و در شہور سنۂ ہفتصد ہجری ظہور نمود ے آرند کہ عفیفہ از موضع سیمپور در خانۂ برہمنے متولد شد ۔ در صغر سن عجب سوز وگدازے داشت ۔ در قصبۂ پانپور بعقد شوہر دادند .... واشعار دردناک میگفت کہ آنہا بزبان ایں اند یا للہ واک میگویند ۔ ...۔ در حق او ہنود میگویند کہ وے از ماست ۔ مسلماناں دبلیل ے آرند کہ از ماست ۔ فی الحقیقت وے از خاصانِ خداست ۔ رحمتہ اللہ علیہا"۔

لل دید کا کلام چودھویں صدی کی کشمیری زبان کا نمونہ ہے ۔ مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ

---

[2] فولیو ۹۹ ۱۸۴۰/۱۸۴۶ (نسخہ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سرینگر)

[3] فولیو ۲۵۰ (نسخہ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سرینگر)

ان چھپے ہوئے واکھوں کی زبان اسی زبان کا صحیح نمونہ ہے کیونکہ کوئی معتبر نسخہ اس زمانے کا موجود نہیں
انفرادی طور پر کئی حضرات نے ان کے "واکھ" یعنی اشعار وقتاً فوقتاً جمع کئے
معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے پنڈت بھاسکر رازدان نے ۶۴ واکھوں کا سنسکرت
میں ترجمہ کیا تھا۔ جو ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کشمیر نے چھاپا تھا۔ پروفیسر بہلر نے لل
واکھ کے سنسکرت نسخوں کی تلاش سے متعلق جو رپورٹ ۱۸۷۷ء میں شایع کی
اس میں ایسے دو نسخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سر جارج گریرسن کی رائے میں انہیں سے
ایک بھی مکمل نہیں بلکہ ان میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ انہوں نے ۱۹۱۴ء میں
اپنے ایک دوست مہا مہوپادھیائے پنڈت مکند رام شاستری سے خواہش ظاہر
کی کہ لل واکیانی کا ایک اچھا نسخہ دستیاب کیا جائے۔ پنڈت مکند رام اسکی
تلاش کے دوران میں گُش گاؤں کے ایک بوڑھے برہمن مسمی دھرم داس سے ملنے کا اتفاق
ہوا جس نے سینہ بسینہ چند بزرگوں تک پہنچے ہوئے 'للہ واکھ' زبانی بھی سُن کر
حفظ کر لئے تھے اور تقدس مآب حضرات کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے
اُنہیں سُنا کر محظوظ کرتا تھا۔ پنڈت مکند رام نے ان کو قلمبند کیا اور (بعض واکھوں
کی سنسکرت اور بعض کی ہندی میں شرح لکھ کر) سر جارج کے پیش کئے۔ انہوں
نے ۱۹۲۱ء میں اس مجموعہ کو جو ۱۰۹ واکھوں پر مشتمل ہے "لل واکیانی" کے نام سے
انگریزی میں مع ترجمہ و شرح کے شایع کیا۔ سر جارج کی رائے میں یہ مستند ہیں۔ اپنی
رائے قایم کرنے کی تائید میں وہ اس کتاب کی تمہید میں دلائل بھی پیش کرتے ہیں
تمہید کے علاوہ اس میں ڈاکٹر بارنٹ کا لکھا ہوا ایک مبسوط اور قابل قدر مقالہ
بھی شامل ہے۔ جس میں یوگ کے ریاض کی تفصیل درج ہے۔ گریرسن صاحب نے لل دید کی

زبان اور اسکے فنِ عروض پر بھی ایک ضمیمہ کا اضافہ کیا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ مسٹر جے ہنٹن نولس کی تصنیف "کشمیری محاورات اور ضرب الامثال" میں بھی بعض للہ واکھ درج ہیں۔

گریرسن صاحب کی کتاب شایع ہونے کے چند سال بعد سر رچارڈ ٹمپل نے انگریزی میں للہ واکھ کا منظوم ترجمہ شایع کیا۔ اسمیں انہوں نے لل دید سے تعارف کرانے کے سلسلے میں ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے۔ اس کے ایک باب میں لل دید کے عقایدُ سے متعلق منابع کا ذکر ہے اور دوسرے میں ان کے نظریہ وعمل کے ساتھ ساتھ تصوّف، بودھ دھرم تانترک مت اور شومت سے بحث کی گئی ہے۔ جس میں ان کے باہمی اثرات کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ دکھایا گیا ہے کہ لل دید کے کلام میں اس امتزاج کا اثر کس حد تک کارفرما ہے۔

پنڈت آنند کول بامزئی مرحوم نے تحقیقات کر کے مزید ایسے ۷۵ "واکھ" جمع کئے جو ان مطبوعہ مجموعوں میں شامل نہیں اور جن کو انہوں نے ایک چھوٹی سی کتاب کی صورت میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ چھپوایا۔ اس کے علاوہ پنڈت سروانند چراغی اور اس کے بعد پنڈت اے، کے وانچو نے ومین ویلفیر ٹرسٹ کے سلسلہ مطبوعات کی اشاعت میں "للہ واکھ" ترجمہ کے ساتھ شایع کرائے۔

موجودہ مجموعہ ان مختلف شایع شدہ مجموعوں سے حسبِ ضرورت انتخاب کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔ عجب نہیں کہ اسمیں بھی چند ایسے واکھ شامل ہوں جو دراصل لل دید کے کلام کا جزو نہیں مگر ان سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

"ولہ کس باغس دور کز غاگسی | ادہ دیوہ پھولی ہیئبر زلی بارغ
مرنہ پتہ منگہ نے عمرہ ہندی ہا لی | موت چھنوی پتہ پتہ تحصیلدار" (نمبر ۹)

ان واکھوں کی داخلی شہادت سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لل دید کے زمانے کی تخلیق نہیں ہیں۔ بہرحال ہم نے عموماً ان واکھوں کو اُسی طرح نقل کیا ہے جس طرح یہ ہمارے حوالے کی کتابوں میں موجود ہیں۔ شاید یہی ایک صورت ہے جسمیں اختلاف کی بہت کم گنجائش ہے

---

اس امر سے غالباً کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ کسی مضمون یا کتاب کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرکے مفہوم کا ہو بہو ادا کرنا آسان نہیں۔ خصوصاً جب کہ مضمون اشعار کی صورت میں بیان کیا گیا ہو، اور باریک رموز و دقائق کا حامل ہو۔ موجودہ صورت میں یوگ کی اصطلاحات کے لئے اردو کی تنگ دامانی اور اسی قسم کی دیگر دشواریوں کے باعث یہ کام اور بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ ان امور کے پیش نظر اگر یہ ترجمہ کہیں کہیں ادائے مطلب میں قاصر نظر آئے تو کچھ تعجب نہیں۔ ترجمے میں اختصار اور ترنم کا رنگ برقرار رکھنے کے لئے اسے جزواً باقاعدہ نظم اور جزواً نظم معرا میں ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسمیں موضوع کے مفہوم کو برقرار رکھنے کی پابندی کی وجہ سے بہر نوع موزونیت اور شاعرانہ لوازمات و محاسن کی توقع رکھنا نہ صرف غیر ضروری بلکہ انصاف سے بعید ہے۔ اُمید ہے علم دوست حضرات اسی نقطہ نظر سے ان اوراق کا مطالعہ فرمائیں گے اور فقط نفسِ مضمون سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں گے۔

یہاں یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کے تعاون اور باہمی اشتراک عمل سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا ہے۔ اور دونوں عوام کے سامنے اس کے پیش کرنے میں مساوی طور پر ذمہ دار ہیں۔ پروفیسر کول نے کشمیری "واکھوں" کا انتخاب کرکے ان کا اردو میں لفظی ترجمہ کیا۔ اور مقدمہ لکھا۔ پروفیسر

طالب نے اس ترجمے میں حسب ضرورت ردوبدل کرکے اسے نظم کا لباس پہنایا، اور وضاحتِ مطلب کی غرض سے کہیں کہیں "واکھوں" کی ذیل میں تشریحی نوٹ بھی رکھے۔ پروفیسر کول نے متروک اور قدیم الفاظ کا ایک ضمیمہ بھی تشریح کے ساتھ تیار کیا۔ غرض دونوں نے مجموعی طور پر ایک دوسرے کے کام کا جائزہ لے کر متفقہ کوشش سے کتاب کے تیار کرنے میں حصہ لیا ہے۔

آج تک لل دید کے کلام کے جو نسخے شایع ہو چکے ہیں۔ ان میں "واکھوں" کی ترتیب کسی اصول کے تحت نہیں پائی جاتی۔ موجودہ مجموعہ میں یوگ کی مشقِ عمل کے بتدریج مدارج کو مدِ نظر رکھکر یہ ترتیب بدل دی گئی ہے۔

جیالال کول
نندلال کول طالب

(۱)

آمہ پنہٕ سۆدرس ناوہٕ چھس اَمان

کتہٕ بوزہ دَے میون میہ تہٕ دِیہ تار

آمین ٹاکین پوٚنۍ زن شیٚمان

زُو چھُم برمان گرہٕ گژھہ ہا

(۲)

آیِس وَتے گَیِس نہٕ وَتے

سُمن سوتھ منز لوٚستُم دوہ

چندس وُچھُم تہٕ ہار نہٕ اَتھے

ناوہٕ تارس دِمہٕ کیاہ بو

ن۔ سوٚمنہٕ ن م ہرناو

(۱)

کچے دھاگے کی مدد سے ناؤ کو کھینچ رہی ہوں - درمیان دریا کے متواتر جو ڈانواں ڈول ہے

کاش سن پائے مرا مالک مری آواز اب - اور اتارے پار مجھ کو اپنے رحم و فضل سے

حال اپنا کیا سناؤں کچھ کہا جاتا نہیں

میں ہوں اک کچا سا برتن جو بنا مٹی کا ہو - اور جس سے پانی رستا رہتا ہو آٹھوں پہر

روح کو خواہش ہے پائے اپنا یہ اصلی مقام

---

نوٹ :- ان اشعار میں بے بسی کی پکار کا اظہار ہے - للؔ نے مذہبی ہدایات پر عمل کر کے منزل مقصود حاصل کرنے کی کوشش کی - لیکن یہ ایسی بیکار ثابت ہوئی کہ گویا وہ کچے دھاگے کی مدد سے اپنی روح کی کشتی کو بحر ہستی سے پار لے جانا چاہتی تھی -

(۲)

(i)

شاہراہِ عام سے گو آئی میں — جا سکی واپس نہ پھر اس راہ سے
بند پر ہی سے ابھی تھی جا رہی — میں نے دیکھا اتنے میں دن ڈھل گیا
ڈال کر تب ہاتھ دیکھا جیب میں — آہ ! اس میں ایک کوڑی بھی نہ تھی
پار دریا سے اُترنے کے لئے — آپ ہی کہئے کہ اب دونگی میں کیا

(ii)

شاہراہِ عام سے آئی تھی میں — پر نہ واپس جا سکی اس راہ سے
بند سے من کے گزرتی تھی ابھی — میں نے دیکھا دفعتاً دن ڈھل گیا
اپنے اندر میں نے گو ڈھونڈا بہت — نام تک ہر کا کہیں پایا نہیں
پار دریا سے اُترنے کے لئے — آپ ہی کہئے کہ اب دونگی میں کیا

---

نوٹ :- یہ قطعہ ذو معنی ہے - اسلئے ترجمہ دونوں صورتوں میں پیش کیا گیا ہے - ہر "شو" ہی کا ایک نام ہے -

نابدِی بارِس اَڈٕ گنڈٕ ڈیوٗل گوٚم

دیہہ کاڈٕ ڈھوٗل گوٚم ہیٚکہٕ کھیوٗ

گوڈٕ زٕ سُندٕ وَنُن راوَن تیٚوٗل پیوٚم

پہلہٕ روٗست کھیوٗل گوٚم ہیٚکہٕ کھیوٗ

ن ۔ دگر ریٚن ) دیٚن کار

(۴۲)

ہپچھ ہارٕ عمہ نخہٕ ہیٚزیوٕ کان گوٚم

اَکھ چھان پیوٚم یَتھ رازدانے

منز باگ بازرس قُلفہٕ روٗس وان گوٚم

تیٚیر تھٕ روٗس پان گوٚم کُس نالہٕ زانے

(۳)

بارِ نبات میں نے اُٹھایا تو ہم نفس / قسمت سے میری سُست ہوئی بندشِ رسن

میری کمر کمان کی مانند جھک گئی [illegible] / اس بوجھ کو بتائیے کیونکر اُٹھاؤں میں

نشتر لگا وہ ذہن پہ مُرشد کے قول سے / جو کچھ مجھے عزیز تھا وہ مجھ سے چھن گیا

ریوڑ مرا یہ رہ گیا بے سایۂ شباں / اس بوجھ کو بتائیے کیونکر اُٹھاؤں میں

ف اب میرے دن کا کام ہی سارا بگڑ گیا

---

نوٹ :- بارِ نبات سے مطلب دنیا کی نعمتیں اور دلفریبیاں ہیں۔ رسی ڈھیلی پڑ جانے کی وجہ سے اس کے لئے نبات کا بوجھ تکلیف دہ ثابت ہوا۔ یعنی بوجھ وبالِ جان بن گیا۔ اس کاروباری دنیا میں گویا اس کی زندگی بے مصرف رہی۔ لہٰذا وہ مایوسی میں غرق ہے۔

اس نے مرشد سے رجوع کیا۔ جس کی ہدایت سے اسے سخت چوٹ لگی۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ وہ کوئی محبوب شے (یعنی دنیاوی عیش و عشرت جس کو ترک کرنا چاہیے تھا) کھو بیٹھی۔ اب اس کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ ان عناصر کے ریوڑ کا (جن سے اس کی ظاہری ہستی وجود میں آئی) چرواہا یعنی من بچھڑ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ فقط ذات کی لاعلمی ہے۔

(۴)

لکڑی کی تھی کمان ملا تیر گھاس کا / نجار بیوقوف ملا قصر کے لئے

بازار میں دوکان رہی قفل کے بغیر / میرا بدن نہ پاک زیارت سے ہو سکا

کس حال میں ہوں اس کی کسی کو خبر نہیں

نوٹ :- یہاں للہ دید اپنی ناگفتہ بہ حالت کا بیان پیش کرتی ہے۔

(۵)

لُکنِتھ اُکِتھ وَدَے بوہ۔ وأسے

ژٕ تاٗ ھُھچ پھیٖنی وات

روزِہ نو بیتھ لوہ۔ لنگرٕ چھ ژھاسے

رنیٖہ۔ سعہ ریپ گیاہ مۆکھے ہاسے

(۶)

ہا ژیتا کوہ چھُے لۆکُت پر مَس

کوہ گوٚسے اپزِس پزِ یک برونت

وِشہ۔ بوز وِش کوٚر نیکھ پر دھر مَس

پیٖنۍ گرژھنہ زٕ نیٖنہ۔ مرنس کُرونت

(۷)

تلہ چھُے زٕ نیُس تَسے پینتھ چھ کھنژران

وَنتہ مالہِ مَن گیتھ پژان چھُے

سورُے سوٚمبرِتھ بیتہٕ چھُے موٗژان

وُنتہ مالہِ اَن گیتھ رشہٕ ژان چھُے

(۵)

خود اسے دل ماتم کرونگی تجھ پہ میں — دھیرے دھیرے دُکھ بھری آواز میں
اے مرے دِل یہ سب تجھے کیا ہوگیا — کرلیا قابو ہے 'مایا' نے تجھے
سایہ تیرے آہنی لنگر کا بھی — ساتھ تیرا دے نہیں سکتا کبھی
آہ! تو اپنے حقیقی روپ کو — بھول بیٹھا، کس قدر افسوس ہے!

---

نوٹ:- لوہے کے لنگر سے دنیاوی مال و دولت مراد ہے جو انسان کی روح کو دنیا سے وابستہ کر دیتا ہے۔

(۶)

اے دل فریفتہ ہے عبث روئے غیر پر — سمجھا ہوا ہے جھوٹ کو سچ، یہ بُرا کیا
مغرور ہو گیا ہے پرائے دھرم سے تُو — یعنی ہے تجھ پہ جہل کی چھائی ہوئی گھٹا
اُلجھا ہوا ہے دامِ حیات و ممات میں — (ٹوٹے یہ جال دیکھئے وہ دن کب آئیگا)

(۷)

ہے تیرے نیچے چاہ تو اوپر ہے ناچتا — حیراں ہوں تیری عقل پہ کیونکر ہے مانتی
جو کچھ کیا ہے جمع یہیں چھوڑ جائیگا — کس طرح تجھ کو کھانے میں آتا ہے پھر مزا

(۸)

کیاہ کرِہ پانژَن دٕہَن تہٕ کاہَن
وٕوکھش ہیتھ لیتِھ کٕرِتھ یم گے
ساٲری سیٚمہَن ہیتھ رٕز گٔمہَن
اَدٕ کیاز راوِہے کاہَن گاو

(۹)

دِلہِ کِس باغَس دُور کر غاصِل
ادہٕ دیوہ پھولِی ییمبرزَل باغ
مرِتھ مُنگہ نَے وُمرِ ہنٛز حاصِل
موت پِھے پیتہٕ پیتہٕ تحصیلدار

(۸)

پانچ، دس، گیارہ کو کہئے کیا کروں  میری ہانڈی کر کے خالی چل دئے
کھینچتے رسّی کو سب مِل کر اگر  کب یہ گیارہ گائے کو کھونٹے بیٹھتے

---

نوٹ:- پانچ سے مُراد مادی دُنیا میں عملی تجربے کے پانچ اصول ہیں۔ (۱) حالتِ انجمادی (۲) حالتِ سیالی (۳) حالتِ تشکیلی (۴) حالتِ اثیری (۵) حالتِ خلا۔

دس سے مراد پانچ خاص اور پانچ ثانوی اندریاں ہیں۔ خاص اندریاں یا قویٰ یہ ہیں (۱) قوّتِ شامہ (۲) قوّتِ ذائقہ (۳) قوّتِ باصرہ (۴) قوّتِ لامسہ (۵) قوّتِ سامعہ۔ ثانوی اندریاں یہ ہیں:- (۱) قوّتِ تناسل (۲) قوّتِ اخراج (۳) قوّتِ حرکت (۴) قوّتِ دستی (۵) قوّتِ صدا۔ گیارہواں مَن ہے جو قوّتِ فکر کی صورت میں ان سب کو قابو کرتا رہے۔

یہ سب قوے مختلف طرفوں میں آوارہ ہو کر اپنا اپنا زور لگاتے ہیں اور اس طرح سے "آتما" یعنی روح کہیں کی نہیں رہتی۔ اس کی مثال اس گائے کی ہے جس کے گیارہ مالک ہوں۔ اور ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچتا ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گائے کہیں کی نہیں رہتی۔ ہانڈی سے مُراد روح یا جیو آتما ہے جس سے لوگ عیش و عشرت حاصل کر کے چلے گئے اور اس کو بے بسی کی حالت میں چھوڑ گئے۔

(۹)

دُور کردے باغِ دل سے اپنے سب آلائشیں  کیا تعجب اسمیں پیدا ہونگے پھر نرگس کے پھول
حاصلِ اعمال تجھ سے مانگیں گے مرنے کے بعد  تیرے در پے موت ہے گویا کہ اک تحصیلدار

(۱۰)

آیس کمہِ دِشہ تہٕ کمہِ وَتے
گرٕچھ کمہِ دِشہ کوٚہہ زانہٕ وَتھ
اَنتہِ دا ے لَگِمے تَتے
چھیٚنِس پھوکَس کانٛثھ تہِ نو ستھ

(۱۱)

اژھین آ ے تہٕ گژھن گژھے
پکُن گژھے دِیٚن کیاوٗ راتھ
یورَ ے آ ے تہٕ تُوری گژھن گژھے
کینٛہہ نتہٕ کینٛہہ نتہٕ کیاہ

(۱۰)

آئی ہوں کس دیس سے کس راہ سے　　جاؤنگی کس دیس سے حیران ہوں میں
راستے کی کیا مجھے پہچان ہے
کس قدر خوش بخت ہیں ہوتی اگر　　آگہی اس راز سے ہوتی مجھے
بے حقیقت ہے نفس بے اعتبار

---

نوٹ :- آتما کہتی ہے اسے معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آئی اور اس کو کہاں جانا ہے۔ سب سے اہم بات جس کو سمجھنا چاہیئے یہی ہے۔ ورنہ یہ زندگی محض ایک سانس ہے۔ یعنی بے سود۔

(۱۱)

بارہا آتے رہے ہم بارہا جاتے رہے　　سلسلہ یہ آنے جانے کا رہیگا برقرار
جس جگہ سے اسطرح آتے رہے ہیں پے بہ پے　　پھر وہیں جاتے رہینگے ہم برابر، بار بار
راز ہے کوئی نہ کوئی اسمیں پوشیدہ ضرور　　ورنہ کیا سارا ہی ہنگامہ ہے بے اعتبار؟

---

نوٹ :- یہاں انسان کے آواگون کے چکر میں بار بار گرفتار ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۲)

یُتھہ پَرِ کرَم کرِ پیٚترن پانٛس
ارزُن برزُن بیٚپِس رِگیُت
انتہٕ لاگہ رِوَت پُشرُن سوا تمس
اُدہ یوٗری گٔژھہِ تہٕ توٗرٕے چھُم ہیوت

(۱۳)

گورَس پرٛژھام ساسِہ لٹے
یَس نہٕ کینہہ وَنان تَس کیا ناو
پرٛژھان پرٛژھان تھچس تہٕ لوٗسس
کینہہ نس نِشہِ کیاہ تام دراو

(۱۴)

گورَن وونم کُنے وَژُن
نیبرٕ دوٚپنم اندرٕ اَژُن
سُے گو للہِ میٚیہ واکھ تہٕ وَژُن
تَوَے میٚیہ ہیتُم نَنگے نژُن

جو کام میں کروں اسے انجام کیوں نہ دوں ۔ ہوگا یہ بوجھ خود ہی اُٹھانا مجھے ضرور

پھل اس کا دوسروں کا ہے حصہ تو خوب ہے

بے لوث میرا کام ہے اسمیں نہیں کلام ۔ ثمرہ اسی کو سونپ دوں اسکا ہیں شوق ہے

ہوگا بھلا اسی سے میں جاؤں جہاں جہاں

---

نوٹ :۔ دنیاوی انسان کوئی کام کرتا ہے تو صرف فائدے کے لئے لیکن یہ فائدہ آخرت میں اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ مرد مومن کسی معاوضے کی توقع کے بغیر اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ اور سب کچھ خدا کو سونپ دیتا ہے۔

(۱۳)

مرشد سے بات پوچھی یہ میں نے ہزار بار ۔ جس کا بیاں محال ہے اسکا ہے نام کیا

میں تھک گئی مگر نہ ملا آج تک جواب ۔ کچھ ہے جو سب کی اصل ہے اسمیں کلام کیا

(۱۴)

بچن ایک مرشد نے مجھ کو بتایا ۔ کہ باہر سے اندر ہی اندر چلی جا

اسی کو ہدایت، رشادت میں سمجھی ۔ لگی ناچنے مست ہو کر میں ننگی

---

نوٹ :۔ لل کہتی ہے۔ مرشد نے مجھ پر یہ بات واضح کر دی کہ ”ظاہری دُنیا ہیچ ہے اسلئے خلوتخانہ دل میں داخل ہو کر ذاتِ باطنی کے تصور میں ڈوب جا۔“ اس کا بیان ہے کہ جب اس ہدائت پر اس نے عمل کیا اور اپنی ذات کو ذاتِ خداوندی میں گم پایا تو عالم ظاہری کی تمام چیزیں اسے ہیچ نظر آئیں حتےٰ کہ لباس تک غیر ضروری معلوم ہوا۔ اور اُسے ترک کر کے برہنہ چلنے پھرنے لگی۔

(۱۵)

راجس باجہ یُمہٕ کٔرِ تُل تیاجہ

سعہٕ رگس باجہ چُھے نتھہٕ تاگے دان

سمہٕ زِس باجہ یُمہٕ گُرہ کستھ پاجہ

پاپہ پعہ نی باجہ چُھے پنہٕ نُے پان

(۱۶)

ہا منشہ اکیازِ چھکھ وُٹھان سنکہ لور

اَمہٕ رٔٹہ[۱] ہمالہِ[۲] پکی نہ ناو

لکھے یہِ نارائنس کرہٕ نہٕ رٔکھ

تہ مالہِ ہیکی نہٕ پھرِ ہتھ کاتھہ

۱ : اَمہ رٔکھ

۲ : ہا مالہِ

(۱۵)

ہے نصب العین جسکا تیغ اس نے سلطنت پائی
جو تپ اور دان کا خوگر ہے اسکو مل گئی جنت

عمل جس نے کیا ارشادِ مرشد پر ہوا واصل
عمل کا پھل ہی ضامن ہے ثوابوں کا گناہوں کا

---

(اقبال)

نوٹ :- ہر عمل کا پھل ملتا ہے ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
دنیاوی معاملات میں دوڑ دھوپ کرنے سے دنیاوی خوشحالی حاصل ہو سکتی ہے
اگر انسان کسی مذہبی فریضے کا پابند ہے تو وہ اپنے عمل کا پھل آخرت میں پاتا
ہے مگر وہ دیرپا نہیں ہوتا۔ جب اعمالِ نیک کے پھل کا سرمایہ ختم ہو جاتا ہے تو
وہ آواگون کے تابع ہو جاتا ہے۔ آخری نجات پانے کی ایک ہی صورت ہے
اور وہ یہ کہ انسان خودشناسی حاصل کرے جو فقط مرشد کی ہدایت سے
حاصل ہو سکتی ہے۔

(۱۶)

آہ اے انسان تو کیوں بنتا ہے رسمی ریت کی
اس عمل سے تیری کشتی آگے جانے کی نہیں

لکھ دیا جو کچھ ازل میں کاتبِ تقدیر نے
یاد رکھ! کوئی اسے ہرگز بدل سکتا نہیں

---

نوٹ :- ریت کی رسمی مذہب کی ظاہرداری اور دنیاوی عیش و عشرت کی خواہش
کیلئے استعمال کی گئی ہے۔

(۱۷)

گیانہ مارگ چھے ہاکہٕ واڑ

دِزٕنیس شمہ دمہ کرٕ بہ پیٹھ

لاما ژکرہ پوش پرأنی کرٕ یہ داڑ

کھینہٕ کھینہٕ موہ ژی واڑی چھینہ

(۱۸)

غافِلو ہکہٕ قدم تُل

وُنہٕ چھے سُل تہٕ ژھانڈُن یار

پرٕ کر پیدا پرواز تُل

وُنہٕ چھے سُل تہٕ ژھانڈُن یار

(۱۷)

معرفت کا باغ ہے اک ساگ زار پسند جس کو ضبط و ربط سے دل کے سکون و صبر

جیبطر فصل پسندیدہ سے خود محفوظ رکھ

اسطرح پچھلے جنم کے جو ترے اعمال ہیں بھیڑ بکری جیسے تو دیوی کے آگے کر نثار

یوں ہی ہو جائیگا خالی رفتہ رفتہ ساگ زار

---

نوٹ :۔ اعمال دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو پچھلے جنموں میں کئے گئے ہوں جن کے نتائج اب بھی باقی رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو موجودہ جنم میں کئے جاتے ہیں دونوں نتائج کے حامل ہیں۔ جب تک یہ نتائج باقی رہتے ہیں۔ آخری نجات ناممکن ہے۔

باغِ معرفت میں ساگ سے مراد موجودہ جنم کے اعمال ہیں۔ اس کو احتیاط سے روزانہ مذہبی فرائض اور ضبط و سکون کے ذریعے سے بیرونی ترغیبات سے بچائے رکھنا چاہیئے۔ اس باغ میں جن بھیڑ بکریوں کو چرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جن کے مقدر میں قربان ہونا ہے پچھلے جنموں کے اعمال ہیں جن کا پھل موجودہ فصل یعنی اعمال ہیں۔ نیک اعمال سے محصور کئے جانے پر بکریاں ساگ کھانے پر مجبور ہو جاتی ہیں یا بالفاظ دیگر پچھلے جنموں کے اعمال کا پھل ختم ہو جاتا ہے۔ یہ کام بکریوں کی قربانیوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح روح لامکاں میں جذب ہو جاتی ہے۔

(۱۸)

غافل قدم اٹھا کہ تیرا راستہ ہے دور اب بھی ہے وقت دوست کی اپنے تلاش کر

پرواز کے لئے پر پرواز ہے ضرور اب بھی ہے وقت دوست کی اپنے تلاش کر

(۱۹)

دَمَن بسته دِتو دَم
تھے پھتھ دَمن کھار
شٔشتر سعٔن گرٛھی حاصِل
وُنہ چھےٚ شُل تہٕ ژھانڈُن یار

(۲۰)

دیٖچھ لَرہ دارہ بَرٚ ترٛوٚپرٛم
پرٛانہٕ ژوٗر روٗٹُم تہٕ دیتُمس دَم
ہٕرٛ دیٖچھ کوٗٹھرٕ اندر گوٗنڈُم
اوٚمکہ چوٚبکہ تُلمس بَم

(۱۹)

قالب کی دھونکنی میں تو انفاس اپنے بھر     جس طرح بھرتا رہتا ہے ہر دم ہوا لوہار

لوہا تیرا بنے گا اسی طرح زر کبھی     اب بھی ہے وقت یار کی اپنے تلاش کر

---

نوٹ :۔ مطلب یہ کہ جس طرح لوہار دھونکنی میں ہوا بھر کر اس کے ذریعہ سے لوہے کو جس شکل میں ڈھالنا چاہتا ہے ڈھال لیتا ہے۔ اسی طرح حیاتی نفس کو قابو کرنے سے روح یا جیو آتما کے لوہے کو ذات حقیقی کے سونے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

(۲۰)

جسم کے در اور دریچے بند میں نے کر دیئے     اور دُزدِ نفس پر مسدود کی راہِ فرار

دل کے خلوت خانے میں پھر باندھ کر رکھا ہے     "اوم" کے چابک سے پیٹا خوب اسکو بار بار

---

نوٹ :۔ دُزد یعنی چور سے مراد دنیاوی ترغیبات اور ہوا و ہوس ہے۔

(۲۱)

ژِتہ تُرُوٚگ وِگہٕ ہیتھ رٹوٗم

ژٔلِتھ مِلِتھ دَشہ ناڑٕ واو

تَوَے شَشہِ کَل وِگلِتھ وٕژھم

شُنیس شُنیاہ. مِیلِتھ گو

(۲۲)

پرَن پُرَھتھ لُس اَنہ وَگہ

تَس بوہ ناشِرشہ نہ بوچھہ تہٕ تریش

تریس کرَن اَنِتہ تکہِ

سمسارس شُے زینِہ نیچھ

(۲۳)

ژیتہٕ تورُگ گگنہ برمہ وون

نمیشہِ اَکِہ ژھنڈِ یوزنہ لچھ

ژیتہ وگہِ بوہ دٕ رٹِتھ زون

پٔران اَپان سند آرِتھ پچھ

(۲۱)

میں نے لگامِ ہوش و خرد کو سنبھال کر  قابو کیا خیال کے گھوڑے کو ہر طرح
دس ناڑیوں میں باندھ لیا نفسِ ناطقہ  سعیٔ بلیغ سے وہیں مرکوز کر دیا
اب چاند کی کلا بھی یکا یک پگھل گئی  اور رفتہ رفتہ میرے بدن میں اُتر گئی

یعنی خلا بھی جذب ہوا لامکاں میں اب

---

نوٹ:۔ لگام سے مُراد ہے عدم خواہش۔ ناڑیوں سے رگیں مراد ہے جن میں سے سانس کا دورہ ہوتا ہے۔ ریاضت گذار کا مقصد حبسِ نفس ہوتا ہے۔ جب وہ اُس پر قادر ہو جاتا ہے تو "سہسرارا" میں متمکن چاند امرت ٹپکاتا ہے۔ خلاء سے مطلب وہ منزل ہے جہاں کائنات یعنی خارجی حقیقت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

(۲۲)

جو بطرزِ دلپسند قابو کریگا شوق سے  اپنے انفاسِ حیاتی کو برابر بار بار
اور اس مشقِ مسلسل سے جو ہوگا بہرہ ور  کب ستا سکتی ہے اسکو بھوک یا پیاس نیز
کر سکے جو آخری دم تک عمل یہ اختیار  ہے وہی عالم میں بیشک ایک مولودِ سعید

نوٹ:۔ "پورک" یعنی سانس اندر کو کھینچ لینا جسِ نفس یا "پرانا یام" کا ایک طریقہ ہے یہ عمل یکمل یوگ، یا وصل الٰہی حاصل کرنے کے لئے فائدہ مند ہے۔

(۲۳)

من کا گھوڑا ہے فلک پیما کہ دم کے دم میں جو  مثلِ بادِ تُند کر لیتا ہے لاکھوں میل طے
جو لگام درک و دانش سے اسے قابو کرے  اور راہِ خود شناسی میں ہو قابض آپ ہی آپ
سانس کی گاڑی کے پہیوں کو عمل کے شوق سے  روک سکتا ہے وہی ہوتا وہی ہے کامیاب

---

نوٹ:۔ "پان" اور "اپان" پر قابو پانے سے یعنی حبسِ نفس سے خود شناسی حاصل ہو سکتی ہے

(۲۴)

زانہٕ ہا ناڑٕ وَل رٕٹِتھ

ژٕ وُٹِتھ وُٹِتھ، کُھٹِتھ ژٕلیش

زانہٕ ہا اَدٕ اَستہٕ رُسانْ گٕٹِتھ

ژھۄچھے کُوٹھ تہٕ ژٕین ووپدٕ پیش

(۲۵)

ششرِس وُتھ کُس رٹےٚ

کُس بوٗکیٚے رٹیٚے واو

کُس پانژ یٕندرٕ ژٕلِتھ ژٕلیٚے

سُے رٹیٚے گٕگیٚے رو

(۲۴)

مجھے معلوم جو ہوتا کہ کیونکر من کے ذریعے — ان اپنی ناڑیوں پر آپ قابو پا سکونگی میں

پھر ان کو کاٹ کر کیسے رکھوں کیونکر یہ ہوتا نہیں — تو میرے سارے دُکھ اور درد بیشک ختم ہو جاتے

اور اکسیرِ حقیقی کا بنانا مجھ کو آ جاتا

ہے اپنا پیشوا کا فنِ کُل غور سے اپدیش یہ سن لے

---

نوٹ:۔ ریاضت گزار کا فرض ہے کہ ناڑیوں کو قابو کرے۔ لل کا مطلب یہ ہے کہ من کو آلاتِ عمل سے الگ کر کے سکون و سکوت کا خوگر کرنا چاہیئے اکسیرِ حیات سے معرفتِ ذات مراد ہے۔

(۲۵)

روک سکتا کون ہے جاری سے بہتے چشمۂ آب کو؟ — اور مٹھی میں بھلا بادِ صبا پکڑیگا کون؟

جو سمیٹے اندریوں کو ڈٹ کر رکھے ہاں نہیں — دسترس پائے اُجالے پر اندھیرے میں وہی

(۲۶)

اکُے اومکار یُس نابہِ دَرے

کُمبے برہمانڈس سُم گَرے

اکھُ سُے منتھر ژیتس کَرے

تس ساس منتھر کیاہ کَرے

(۲۷)

دماہ دَم کوٗرمس دَمَن ہالے

پرژلیوم دیپھ تہٕ نیٚبیم ذاتھ

أندرِمُم پرٛکاش نیٚبر ژھوٗٹُم

گَگنہِ روٗٹُم تہٕ کَرُمس تھپھ

ناف سے جس کی نکل کر ہو رواں لبِ ورد اوم     اور کرے برہمانڈ تک لمبک کے ذریعے صعود
پھر جو صدقِ دل سے فقط یاد یہ منتر کرے     کیوں نہ ہو جائے ہزاروں منتروں سے بے نیاز

نوٹ:- یہ قطعہ اوم کی تعریف میں ہے جس کی نسبت بتایا گیا ہے کہ اس میں تمام منتروں سے بڑھکر اوصاف پائے جاتے ہیں۔ "ناف" جس کو 'کنڈا' کہتے ہیں تمام انسانی خیال و عمل کا مرکز بتائی جاتی ہے جہاں سے مختلف نلیاں جن میں سے انفاس گزرتے ہیں، پرتو پذیر ہو جاتی ہیں۔ برہمانڈ (برہمہ رندر) اس جوف کو کہتے ہیں جو انسان کے کاسۂ سر میں واقع ہے اور جو شیو (ذاتِ اعلیٰ) کا مسکن بتایا جاتا ہے۔ اور جو ایک چاند کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ یہ انسان کی اپنی ذات سے الگ نہیں۔ اگر انسان اس حقیقت کو پہچان لے تو اس کو کسی اور کی پرستش کی ضرورت نہیں۔ لمبک سے مراد حبسِ نفس کی ایک خاص مشقِ عمل ہے۔

(۲۷)

مشق میں حبسِ نفس کی دمبدم کرتی رہی     اس عمل سے مجھ میں روشن شمعِ عرفاں ہو گئی
کھل گئی مجھ پر حقیقت ذات کی اک آن میں

روشنی اندر کی کر دی میں نے باہر آشکار     اور پکڑا اس کو تاریکی میں محکم اسطرح
ہاتھ سے جانے دیا اسکو نہ ہرگز پھر کبھی

نوٹ:- یوگ کے عمل میں حبسِ نفس کی مشق بہت ضروری ہے۔ لل کہتی ہے کہ حبسِ نفس کی مشق نے اس کے دل میں نور کا ظہور رہا۔ جو بعد میں صرف دل تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس کے تمام وجود کو اپنی لپیٹ میں لے آیا۔

(۲۸)

ژالُن چھُہ وُژھ مَلہِ تہٕ ترٹے
ژالُن چھُہ منٛدِ نیٖن گٹہٕ کار
ژالُن چھُہ پان نیٖن کدٕلُن گرٹے
ہیتہٕ مالہِ سنتوشی وانِ پانے

(۲۹)

لَتَن ہُند ماز لاریوم وَتَن
اکِی ہاوُنَم اکہِ چی وَتھ
یِم یِم بوزَن تِم کوتہٕ مَتَن
للہِ بُوز شَتَن کُنی کتھ

(۳۰)

ٹیوٗٹھ موٗدُر تہٕ ریٖوٗٹھ زہر
ییٖس یوٗت ژھُنکھ جستن باو
ہیمی بَتھ کرٕہِ کل تہٕ قہر
شُتھ شہر واتِتھ پییو

(۲۸)

کس کو کہتے ہیں تحمل؟ کیا تجھے معلوم ہے؟ آ بتاؤں تاکہ تو بھی واقفِ اسرار ہو
ہے تحمل برق اور اسکی گرجتی سی کڑک اور ہے یہ تیرگیٔ شب بوقتِ نیم روز
ہے تحمل پسینا چکی میں اپنے آپ کو تجھ میں ہو صبر و تحمل تو وہ خود مل جائیگا

---

(۲۹)

میرے تلوؤں کا یہ سارا گوشت پوست ساتھ رہنے کے چمٹ کر رہ گیا
ایک نے اک کا دکھایا راستہ جو سُنے یہ کیوں نہ دیوانہ بنے
باندھ لی للّ نے گرہ یہ شوق سے مدعا پانے کو سو کی ایک بات

---

نوٹ :- یہاں للّ دید کا مطلب یہ ہے کہ شروع شروع میں اسے تلاشِ حق میں بہت سی تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ لیکن آخر میں جب اسے وحدت اور وحدت الوجود کا گیان حاصل ہوا تو اسے راستہ صاف نظر آیا اور یہی رازِ حقیقت تھا۔

(۳۰)

کڑوا میٹھا ہے تو پھر میٹھا بھی کڑوا ہی تو ہے
جو بقدرِ استطاعت سعی و کوشش میں لگے
اور جو جس چیز کے درپے رہے اُس کے لیے
شوق و ہمّت، صبر و استقلال کا خوگر بنے
بے شبہ وہ منزلِ مقصود تک آجائیگا

---

نوٹ :- 'کڑوا' سے مراد ہے ضبط اور خواہشات پر قابو پانا جس کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ 'میٹھا' سے مراد ہے ان خواہشات کو بے لگام چھوڑ دینا، جس کا انجام کڑوا ہوتا ہے۔

(۴۱)

تتہٕ منہٕ گیٚس بتہ تس سٕتۍ گٔنی

بُوزُم ستیچ گنٹا وزان

تتھ جایہِ دھارنا یہ دھارن ژٕہم

آکاش تتہٕ پرٕکاش کوٗرُم سیرٕ

(۴۲)

کوٚہ چھکھ دِوان اسہ زنہٕ برٕژھ

تُرکھ اسے چھکھ تہٕ اندرٕہی اژھ

شِو چھےٚ اتی تے کُن مو گرٕژھ

سہزٕ کتھہ مبانہٕ کرتو پرٕژھ

(۴۳)

اتھہٕ مبا تراوُن خربا

لوگہٕ ہشز کوٚنگ واٚرہٕ کھیٚیی

تتہٕ گٔس بادرٕہی تھربا

نیتہٕ نٔنس کرتل پییی

(۳۱)

میں رہی تن، من سے اس کے دھیان میں
حق کی گھنٹی بجتی تھی میں نے سُنی
ایک عالم تھا جہاں مجھ پر کھُلی
ماہیت آکاش اور پرکاش کی

(۳۲)

اندھے کی طرح پھر نہ سکھی یوں ٹٹولتی
دانا اگر ہے اپنے ہی باطن کی سیر کر
تو جا کہیں نہ بس وہی شو کا مقام ہے
میرے سخن پہ بہرِ خدا اعتبار کر

(۳۳)

ہاتھ سے اپنے نہ جانے دے گدھا
کھائیگا وہ زعفراں زارِ دگر
تیرے بدلے کون بھُگتیگا سزا
تجھ نہتے پر جو برسائیں گے تیغ

●

نوٹ :- "گدھا" سے مراد 'من' ہے۔

(۲۴)

کَل بوہ لۄُ ژھس ژھاڑان تہٕ گورا ن

ہَکِل میٖہ کورُمَس رسہٕ نیشہٕ تہٕ

وُچھُن ہیٚتھُمَس پادَن ڈیٖشِھ مَن کَرَن

میٖہ تہٕ کَل گَینیہٕ زوگمس تٔتہٕ

(۲۵)

مَل وۄنِدِ زوٗلُم

جِگر مورُم

تیلہِ لل ناو دراٗم

ییٚلہِ ڈٔلِ تراوِمَس تٔتی

کرتے کرتے اس کی ہر سو جستجو — کیا بتاؤں للّ تھکے میں تھک گئی

صرف کوشش میں کیا زورِ تمام — بلکہ اس سے بھی کہیں آگے بڑھی

شوق سے اسکی طرف ڈالی نظر — آہ! دروازے پہ کنڈی لگی

چاہ میری بڑھ گئی پھر اور بھی — تاک میں اس کی وہیں بیٹھی رہی

---

نوٹ :۔ محبوب تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس کے کرم کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہاں تک پہنچنے کے لئے انسانی کوششیں لاحاصل ہیں۔

(۳۵)

میل میں نے من کا سارا دھو لیا — خواہشاتِ دل کو بھی قابو کیا

مست ہو کر دامنِ عجز و نیاز — اس کے آگے شوق سے پھیلا دیا

ہو گئی مشہور للّ نزدیک و دور

---

نوٹ :۔ للّ نے جب من کو ہوا و ہوس سے آزاد کیا۔ اور جب وہ نیاز مندی کے ساتھ صبر سے انتظار کرتی رہی۔ پھر کہیں اسکی چشمِ بصیرت کھل گئی اور للّہ عارفہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

(۳۶)

لَلہٕ بوٗد رایس لوٗلہ رٕ

ژھانڈان لوٗستُم دین کیہو راتھ

وُچھُم پنڈِتھ پَنٕنہٕ گرٕ

سُے میٚہ روٚٹمس نیچھترٕ تہٕ ساتھ

(۳۷)

ژھانڈان لوٗزٕہس پانٕنی پانَس

ژھیٚپتھ گیانَس ووتُم نا کوٗنژھ

لَے کٕرمَس تہٕ وأژٕہس الٕتھانَس

بَرِی بَرِی بانہٕ تہٕ چیوان نہٕ کُنہہ

انتہائی جذبۂ عشقِ حقیقی دور تک لے گیا کھینچے ہوئے مجھکو تلاشِ حق میں للؔ
اس کے ذوقِ جستجو میں جا بجا پھرتی رہی الغرض دن ڈھل گیا اور رات بھی آخر ہوئی
آہ اب یہ کھل گیا مجھ پر کہ پنڈت کا مقام میرا ہی گھر ہے جہاں دائم ہے اس کا مستقر
تھی مرے نزدیک بے شک اک وہی ساعت سعید

نوٹ :- للؔ کہتی ہے میں تلاشِ حق میں بہت دیر تک سرگرداں رہی لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ وہ میرے ہی گھر یعنی آتما میں موجود ہے۔ پنڈت سے حق کی ذات مراد ہے۔

اس قطعہ کا مطلب یہ ہے۔ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ

(۳۷)

تھک گئی میں کرتے کرتے آپ اپنی ہی تلاش رازِ سربستہ مگر یوں گیان کا پاتا ہے کون؟
جذب ہو کر رہ گئی میں معرفت کے بحر میں پایا اپنے آپ کو اک میکدے میں اسکے بعد
خم کے خم بھرپور جس میں تھے کوئی پیتا نہ تھا

نوٹ :- انسانی مساعی معرفت کامل حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ صرف سکون اور اللہ کے فضل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جب للؔ اپنی اور ذاتِ الٰہی کی یکتائی سے آشنا ہوئی تو وہ میکدے یعنی امرت بھون میں پہنچی۔ امرت بھون سے چاند مراد ہے جسمیں ماہ بماہ امرت پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اس سے مراد وہ پُر اسرار چاند ہے جو ذاتِ الٰہی کی علامت ہے، اور کاسۂ سر میں اس جگہ واقع ہے جسے 'سہسرارا' کہتے ہیں۔ یوگ کے عمل سے ریاضت گزار آخر کار 'سہسرارا' میں جذب ہو جاتا ہے اور پھر ذاتِ حق میں۔ للؔ افسوس ظاہر کرتی ہے کہ بہت کم لوگ اس ذریعہ نجات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور کہتی ہے کہ نجات پانے کی یہ شراب (امرت) تو دستیاب ہے لیکن بہت کم پیتے ہیں۔

(۴۸)

سَہزَس شمہ تہ دم نو گرٹھے

ییٚرٕھ نو پڑاوَکھ مکتی دوار

سلِلَس لوٗن زَن میلِتھ گرٹھے

تو تہِ چھُے دوٕرلب سَہزٕ ویژار

(۴۹)

مُوڈُو کرٕ ییٚ چھَے نہ دھارُن تہٕ پارُن

مُوڈُو کرٕ ییٚ چھَے نہ رچِھنٕ کاے

مُوڈُو کرٕ ییٚ چھَے نہ دیہہ سَدارُن

سَہزٕ ویژارُن چھُے دوٕ پدیش

(۵۰)

ژلہٕ ژرِتاّ دوٕ ندَس ہنیہِ مو بر

چوٗن ژرِتھ کرَان پانہٕ اناد

ژہٕ کوٕ زنینٕ کھیوٕد ھرِ کر

رکیوَل تُسنُدے تارُک ناد

تو وجود و ذاتِ حق کی چاہتا ہے معرفت    حاجتِ ضبط و سکوں اس کیلئے کچھ بھی نہیں
آرزومندی سے خالص پا نہیں سکتا نجات
دھیان میں کوئی نہ ہو کیوں محو ہی آٹھوں پہر    جس طرح پانی میں گھل جاتا نمک ہے سر بسر
پھر بھی اندازہ تشخص کا بہت دشوار ہے

نوٹ :۔ ذاتِ حق کا مشاہدہ محض تمنا اور تزکیۂ نفس وغیرہ سے ہی نہیں ہو سکتا۔

(۳۰)

محوِ آرائش و پیرائش رہے    حق پرستی کی رہے دن رات فکر
یہ عمل صالح نہیں اے بیوقوف
ذات کی پہچان ہی اُپدیش ہے

(۳۱)

اے میرے بیچین دل    خوف سے کر اجتناب
ذاتِ حق کو ہر گھڑی    فکر رہتی ہے تری
خرّم و دلشاد ہو    ہر طرح آزاد ہو
بہرِ تحصیلِ نجات    رات دن اس کے حضور
'اوم' ہی کا وِرد کر    دمبدم آواز دے

نوٹ :۔ دنیاوی ضروریات کیلئے خدا پر توکل کرنا چاہیئے وہی سب کچھ مہیا کرنیوالا ہے۔ اس کا سہارا حاصل کرنے کیلئے ایفائے مراسم کی ضرورت نہیں۔ جو بات اہم ہے وہ یہ کہ متواتر 'اوم' کا ورد اعتماد کامل کے ساتھ کیا جائے اس عمل سے ذاتِ حق تک رسائی ہو سکتی ہے اور یہی انسان کا منتہائے مقصود ہے۔

(۱۴)

دِیوٕ وَٹا دِوُر وَٹا

پینٹھ بوٕن چھُے پیکہٕ واٹھ

پوٗز کس کرَکھ، ہوٗٹہ بٹا

کہٕ مَنس تہٕ پوٕنَس شنگاٹھ

مورتی ہو دیوتا کی یا ہو مندر کی نمود
دونوں کی تشکیل میں پتھر ہی پتھر ہے عیاں
زیر و بالا، پیش و پس پتھر ہی پتھر پائیگا
تو پرستش کس کی کرتا ہے بتا پنڈت مجھے

من کو ہاں اپنے نفس کا رات دن ہمدم بنا

---

نوٹ :- ظاہری پرستش بے معنی ہے، اپنے من کو اپنے پران سے ملانا چاہیئے، اور اُسی کے دھیان میں لگانا چاہیئے۔

(۲۶)

(ا)

کُس پُش تہٕ کوسہٕ پُشاعنی
کَم کُسُم لاگی زیٛس پوٗزے
کوہٕ کوڈ دِزیٛس زٔلچہ داعنی
کوہٕ یَتہٕ مَنترٕ شیٛنکرسہ اَتمہ وُزے

(ب)

مَن پُش تے یَژھ پُشاعنی
بادِ کُسُم لاگی زیٛس پوٗزے
شیٛشہٕ رَسہٕ گوڈ دِزیٛس زٔلچہ داعنی
ژھوپہ مَنترٕ شیٛنکرسہ اَتمہ وُزے

کون ہے مالی کون ہے مالن کس ساماں سے؟ کون پھولوں سے
پوجا اس کی تو کرتا ہے
من کی شانتی حاصل کر کے کس ندی کے جل سے اس کو
دھیرے دھیرے نہلاتا ہے
کس منتر سے ذاتِ حقیقی یعنی تیرا جوہرِ اصلی
جلوہ اپنا دکھلائے گا

---

نوٹ :- یہاں رسمی پرستش کا ذکر کیا گیا ہے جو لل کے نزدیک بے معنی ہے
وہ کہتی ہے خودشناسی حاصل کرنے کا یہ ذریعہ نہیں ۔

(ب)

من ہے مالی شوق ہے مالن پوجا میں گلہائے عقیدت
اس کے آگے لا کے رکھدے
چاند کے رس کی گنگا سے پھر تازہ تازہ پانی لے کر
اس کو تو اشنان کرالے
جپ لے منتر ہوگا اُجاگر آتم تیرا یعنی شنکر
دیکھیگا تو من میں اپنے

---

نوٹ :- یہاں رسمی پرستش کے خلاف روحانیت کی برتری کا ذکر کیا گیا ہے چاند
سے مراد وہ پُر اسرار چاند ہے جو کاسۂ سر میں متمکن ہے اور اس کے رس سے وہ امرت
مُراد ہے جو عبادت گذار کے روحانی جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اور اسے اپنے آپ کا
مالک بنانے کے قابل کر دیتا ہے۔ منتر سے مطلب سکوت کا عمل ہے جسمیں ریاضت گذار
بغیر کسی آواز کے فقط سانس کے اُتار چڑھاؤ سے کام لیتا ہے۔

(۴۳)

گُش پوش تیل دِیچھ زَل ناگرٕ چھے
سَدر بھاوٕ گوٚرٕ گَنڈ پُس مَنہٕ میٖیے
شمبھو ہس سورٕ بنتی پیٹھٕ پرٕ چھے
سادٕ پنیرٕ سے سَہزٕ اکہٕ ہی نازٕ بیے

(۴۴)

لَلہٕ کاسی شِیت     رِنوارِ ہی
ترٕن زَل     کَرٕ ہی     آہار
یہِ کُمی وعدٕ پدِ یش     گورُوی بٹٲ
اَژیتِن وٕلٕس شُژیتِن دیُن آہار

(۴۳)

پرستش کے لئے حاجت نہیں دیپک کی یا تیل کی نہ پانی کی کُشک کے گھاس کی یا پھول اور پھل کی

جو مُرشد کی ہدایت پر عقیدت سے عمل کرتے جو فرطِ شوق سے 'شمبھو' کو ہر دم یاد کیا کرتے

وجودِ ذاتِ حق میں محو ہو جاتا ہے وہ آخر عمل سے لاتعلق ہو کے پاتا ہے نجات آخر

---

نوٹ:۔ ظاہری عمل اور خواہش ذاتِ حق کے ساتھ مل جانے میں سدِّ راہ ہیں۔ اور انسان کے بار بار جنم لینے کا باعث ہیں۔ مُرشد کی ہدایت کے مطابق اپنی ہی ذات میں ذاتِ حق کا احساس پیدا ہونے پر انسان سلسلۂ عمل سے آزاد ہوتا ہے۔ کُشا ایک قسم کی گھاس ہے جس کو متبرک سمجھا جاتا ہے اور مختلف مذہبی رسوم انجام دینے کے موقع پر استعمال کی جاتی ہے۔ 'شمبھو' شِو ہی کا ایک نام ہے۔

(۴۴)

ہے ستر پوش تیری سردی سے ہے بچاتی

جل اور گھاس پر ہے گزران کرنے والی

اے بیوقوف پنڈت! ہے کس کی یہ ہدایت

جاندار بھیڑ کو تو بے جاں صنم کے آگے

بے جُرم ذبح کر دے اور لے ثواب اُلٹا

(۴۵)

پڑیتھ تیرتھن گژھان سُنیاس
گوٚاران سو ورشیٚنہ میوٗل
ژَتا پُرِتھ مور ناشِتھ آس
وٚلیشکھ دوٗرے ڈرمُن نیوٗل

(۴۶)

شِو وا کیشو وا زِن وا
کمہ لزِہ ناتھ نام وأرِن یوٗہ
مےٚ ابلہِ کاسِتن بوٚہ رُز
سُہ وا، سُہ وا، سہ وا، سُہ

(۴۷)

بُتھ کیاہ جان چھکھ ووندہ چھےٚ کنی
اٚچھِلچ کتھ زاہ سُنی نو
پران لیکھان وٚٹھ اوٚنگج گجی
اندرِم دوٗی زاہ ژٕجی نو

(۴۵)

تیرتھ استھانوں میں سنیاسی ہیں جاتے روز و شب تا کہ ہوں وہ جلوۂ حق سے کسی جا بہرہ یاب

اسمیں بھی ہے اپنے ہی دیدار کی ان کو تلاش

جان کر انجان تو بنتا ہے اے دل کس لئے سبز آئیگی نظر جب دیدہ سے دیکھیگا گھاس

---

نوٹ:- یہاں خدا کو زیارت گاہوں میں پانے کی عبث کوشش کا ذکر کیا گیا ہے، وہ خود طالب دیدار کی ذات میں جلوہ گر ہے۔

(۴۶)

وشنو ہو یا کیشو ہو، جن ہو یا وہ گوتم بدھ ہی ہو یا وہ کملج برہما ہو، کچھ بھی اس کا نام ہو

دے وہ مجھ بے بس کو دنیا کے مصائب سے نجات خواہ کہلائے وہ یہ اور خواہ کہلائے وہ کچھ

---

نوٹ:- 'کیشو' سے مراد وشنو ہے۔ 'جن' سے مطلب جینیوں کا پیغمبر یعنی مہاویر۔ 'کملج' کے معنی کنول سے پیدا ہوا یعنی برہما۔ مطلب یہ کہ ذات الٰہی کو کسی بھی نام سے پکارا جائے۔ بہر صورت وہی نجات دہندہ ہے۔

(۴۷)

دیکھنے میں تیری صورت دلفریب دل تیرا پتھر سے لیکن کم نہیں

بات حق کی تجھ کو نامقبول ہے

پڑھتے پڑھتے لب تیرے اور انگلیاں لکھتے لکھتے ہو گئیں فرسودہ سب

[illegible]

(۴۸)

پَران پَران زیوٕ تال پھُجِم
ژئ گیم کرشے تیُجِم نہٕ زاہ
شُمرَن پھِران نیعہ بٹھ تہٕ اوٗنگج گیجِم
مَنیچ ڈولۍ مالہ ژٕجِم نہٕ زاہ

(۴۹)

وُچھنس اوٗبرس زایُن زانہٕ ہا
سمُندرس نزانہٕ ہا کُڈِتھ اُٹھ
مُندِرس رُوگیَس وَیدیُت زانہٕ ہا
مُوڈس نرآرِم نہٕ پرٕ ہِتھ کتھ

(۵۰)

ژٕزمَن ژٕٹھِ وٕ رِتھ ہیتھی پانَس
رتیُتھ کیاہ وَوٕ یوٕتھ تہٕ پھلہِی سوو
مُوڈس ووہ پدیش گیۍ ریشرۍ دُمَٹس
کگنۍ داندس گور آپرِتھ روو

(۴۸)

ہوئے فرسودہ پڑھ پڑھ کر دہاں میرا زباں میری
مگر شایانِ شان تیرے رہا صنعت کب کہلائے
ہوئیں فرسودہ مالا جپتے جپتے انگلیاں میری
دوئی دل سے نہ میرے ہٹ گئی کیا کیا نہ دکھ پائے

(۴۹)

آساں تھا بادلوں کا ہٹانا مرے لئے
ممکن تھا میں نکالتی دریا سے سارا آب
بیمارِ خستہ حال کا کر سکتی ہیں علاج
لیکن میں بیوقوف کو قائل نہ کر سکی

(۵۰)

کاٹ لی ہے کھال تُو نے اور پھر
اس کو پھیلایا ہے میخیں گاڑ کر
بیج کیا کوئی ہے تو نے بو دیا
جس سے کچھ اُگ آنے کی اُمید ہو
دینا کچھ اپدیش ناداں کو ہے کیا
گولیاں گنبد پہ گویا پھینکنا
یا بکثرت گُڑ کھلا کر سانڈ کو
رہنا اس کے دودھ کا اُمیدوار

---

نوٹ: جس طرح ایک ادنیٰ چمار کا کام یہ ہے کہ وہ لاش سے چمڑا حاصل کر کے اپنی ضروریات کے مطابق اسے چیر پھاڑ کر سکھانے کے لئے پھیلا دیتا ہے اسی طرح ایک دنیاوی انسان اپنے جسم کی پرورش کرتا ہے جو بجائے خود ایک کھال ہے اور اسے عیش و تنعم کے عالم میں خواہشات کی میخوں سے کس کر پھیلا دیتا ہے۔ بخلاف اس کے ایک عقلمند انسان ایک شائستہ مزارع کے مانند ہے۔ وہ اچھا بیج بوتا ہے جو اُگتا ہے اور فیضِ روحانی کی فصل کا حامل ہوتا ہے دنیاوی بیوقوف آدمی کو ہدایت دینی گنبد پر گولیاں پھینکنے یا ایک گندمی رنگ کے طاقتور بیل کو گُڑ کھلا کر اس سے دودھ حاصل کرنے کی توقع رکھنے کے مترادف یعنی فضول ہے۔

(۵۱)

اَوِیستاوٕری پوتھِین چھی ہوٗالہِ پٕران
پیٛتھہ طوطہٕ پٕران "رام" پنجرس منٛز
گیتا پٕران تہٕ ہیٚٹھالبان
پٕرم گیتا تہٕ پٕران چھس

(۵۲)

پٕرُن سہل پالُن دوٗر لب
سہز گارُن سخم تہ کرُوٹھ
اَچھیا سکہِ گنہ رَسے شاستر موٗٹھم
زِتین آنند نیشہِ چھے گوم

(۵۳)

پٕرُن پولُم اپرُ ے پوٗرم
کیسر ونہ وولُم زُٹھہ شال
پٕرس پٕرُن تہٕ پانس پولُم
اَدہٕ گوم مٲعلوم تہٕ زٕینم ہال

(۵۱)

پڑھتے ہیں ناداں یوں ہی کتب آٹھوں پہر    جس طرح پنجرے میں طوطا رٹ رہا ہو رام رام

وردِ گیتا جیلہؔ دنیا ہے ایسوں کیلئے

عمر گذری پڑھتے پڑھتے میری لیکن اب بھی ہیں    پڑھ رہی ہوں غور سے گیتا سمجھنے کیلئے

یعنی کس حد تک عمل پیرا ہوں اس تعلیم پر

پن ۔ ہو بلوتا جیسے پانی کوئی ماکھن کے لئے

جس سے حاصل کچھ نہیں ہوتا بجز کبر و غرور

---

نوٹ :- "اب بھی گیتا کو پڑھتی رہتی ہوں" اس سے لل کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ صرف اس کے مطالب کی گہرائیوں تک پہنچنے کی متمنی ہے بلکہ عملاً انہیں جزو مشاہدہ بنانے میں مصروف ہے۔

(۵۲)

آساں اگر ہے علم تو دشوار ہے عمل    اور پھر تلاشِ ذات بھی کچھ کم نہیں کٹھن

شغلِ عمل میں بھول گئی شاستر تمام    حق الیقیں سے پھر بھی میں آگاہ ہو گئی

(۵۳)

جو پڑھا میں نے عمل اس پر کیا    اور جو پڑھنے میں نہ آیا تھا، پڑھا

لائی جنگل سے میں اک خونخوار شیر    اس کو گیدڑ کی طرح قابو کیا

میں نے اوروں کو جو کچھ تعلیم دی    سب سے پہلے خود عمل اس پر کیا

کیوں نہ ہو جاتی میں آخر کامیاب    راز جب معلوم مجھ کو ہو گیا

(۵۴)

(الف)

منڈچھہٕ نکل کٔرٕ ژھینٛیم
ییٚلہٕ ہیٚنڈٕن گیلٕن اُسٕن پٔراوٕہ
عارٕک جامہ کٔرسنہٕ وزٕیم
ییٖلہٕ اَندرٕیم کھارٕیک روزیٖم وارٕہ

(ب)

رُت تہ کرٕت سوٗرسے پزٕیم
کَنَن نہ بوزٕن اَچھن نہ باوٕہ
اورُک دِپٕن ییٖلہٕ ووٚنٛدٕہ وُزٕیم
رَتٕن دیپ پٔرزٕلیٖم وَرزنہ واوٕہ

(۵۵)

گال گٔنڈٕی نیٚم بول پٔڈٕی نیٚم
دُیی نیٚم تی یَس پیہ رُوزٕسے
سَہز کُسمو پوز کرٕی نیٚم
بوہ امہ لاٴگنی تہٕ کس کیاہ مُوٗزٕرے

(۵۴)

(الف)

حیا و شرم کی زنجیر کب تک ٹوٹ جائیگی ملامت طعنہ و تشنیع جب برداشت کرونگی

یہ ننگ و عار کا جو پیرہن ہے چاک کب ہوگا میسّر جب سکوں ہوگا مرے اس قلبِ مضطر کو

(ب)

بُرا ہو یا بھلا مجھ پر جو کچھ گزُرے گزرنے دے نہ میرے کان سُن پائیں نہ میری آنکھ کچھ دیکھے

اُدھر کا جب بلا و اجوش زن ہوگا مرے دل میں چراغِ باطنی طوفاں میں بھی روشن مرا ہوگا

(۵۵)

بدنام وُہ کریں مجھے دشنام دیں مجھے

جو چاہیں وُہ کریں مجھے جو چاہیں سو کہیں

وُہ صدقِ دل سے میری پرستش بھی گر کریں

مجھ پر اثر نہ ہوگا کوئی اس سے زینہار

پھر اس طریقِ کار سے کیا ان کو فائدہ

---

نوٹ:۔ للؔ دُنیا کی ملامت و تعریف سے بے نیاز ہے۔

(۵۶)

لیکہٕ تہٕ ٹھوکہٕ پیٹھ شیرِ ہیژم
نیندا سپنِم پیٹھ پژوٹھ تاثی
لَل چھَس کَل ژانہہ نو ژھینم
ادٕ ہیلہٕ سپنِس وُپھیہے کیا

(۵۷)

آسا بول پَڈِنیم ساسا
مےٚ مَنہٕ واسا کھید نا ہیہے
بوہ یِد سہزہ شنکرہ پکھچہٕ آسا
مکرِ سِس ساسا مَل کیاہ پیہے

(۵۸)

موڈٕ زانِتھ پَشِتھ تہٕ کور
کول شرُتہ وون زڈہ ریچھہٕ آس
یُس یہ دپی تَس تی بول
پیہے تتھ ورِ وَس چھُ ابھیاس

(۵۶)

تھوکا کسی نے مجھ پہ تو گالی کسی نے دی　　ماضی سے حال تک یہی حالت مری رہی

پر شوقِ وصلِ حق میں نہ کچھ بھی کمی ہوئی　　جب ظرف پُر ہوا اسمیں سمائے کوئی کہاں؟

(۵۷)

کوئی بُرا کہے مجھے دشنام دے ہزار　　کرتی ہوں میں خلوص سے شُکر کی بندگی

مجھ پہ اثر نہ ہوگا کسی بدزبان کا　　جمتا ہے میل راکھ کا آئینہ پر کبھی؟

---

نوٹ :- آئینہ پر راکھ کا میل نہیں جمتا بلکہ اس سے آئینہ زیادہ مجلا ہوتا ہے۔

(۵۸)

جانتا بھی ہے یہاں بھولا ہی بن　　دیکھتا بھی ہے تو نابینا ہی بن

سُن لے اوروں کی مگر گونگا ہی بن

غیر ذی روحوں کا صورت آشنا　　بن کے ان کا رنگ کر لے اختیار

سُن لے جو کچھ کوئی تجھ کو کہے سنائے　　اور سمجھ لے اس کی حامی بجانِ من

جن عناصر سے بنی ہے کائنات　　محرمِ اسرار جو ان کا ہوا

ہے ریاضت اس کا یہی ہاں بس یہی

---

نوٹ :- اس سلسلے میں کبیر بھگت کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیے ۔

سب سے ہلیے سب سے ملیے　　سب کا لیجیے نام

ہاں جی ہاں جی سب سے کہیے　　بسیے اپنے گام

(۵۹)

کٔشِرۍ اَکرَکھ کٔندہ کٔنڈَے

کٔنڈِ یو اَکرَکھ کٔنڈہ وِلاس

بھوگے میٹھ دِتھ یتھ کٔنڈَے

اَکھ گنڈہ روزِہ سۆرنہ تہ ساس

سۆ مینہ گارُن منز یَتھ کٔنڈَے

یَتھ کٔنڈہ وپان سۆ رُوپ ناو

لُوسب مۆہ ژلی شۆب ییٖ کٔنڈَے

ییٖتھی کٔنڈِ تیز تۍ سۆر پرٔکاش

(۶۰)

یوہ تیر ژلہ تم اَمبر ہینا

کھیود یوہ گلہ تم آھار اَن

ژِتا سۆ پیرہ ویژارس پینا

ژینتن یہ ڈیہہ وُن کاوَن

(۵۹)

تو اگر کرتا رہے دن رات تن کا ذکر و فکر

اور اسے آراستہ کرنے ہی کے درپے رہے

نعمتوں سے عیش کی اس کی کرے تو پرورش

لیکن آخر راکھ بھی اس کی نہ باقی پائیگا

صدقِ دل سے، شوق سے اس تن میں کر اسکی تلاش

ذاتِ افضل ہے اسی تن میں برابر جلوہ گر

جب نہ غالب آئیں اس پر حرص و شہوت مکر و فن

رونقِ بے انتہا پھر کیوں نہ ہو اسکو نصیب

نور و آب و تاب سے معمور یہ ہوگا ضرور

(۶۰)

اوڑھ لے کپڑے فقط سردی سے بچنے کے لئے

کھا غذا اتنی کہ اس سے بھوک مٹ جائے تری

ذات تیری چیز کیا ہے اور ذاتِ حق ہے کیا

اے مرے من اس حقیقت پر تو غور و خوض کر

جانتا ہے کیا کہ آخر میں یہ کس کا حصہ ہے

یہ وجودِ آب و گل تیرا ہے نخچیرِ کلاغ

(۶۱)

نفسی میون چھُے ہوٚے ستٕے
أمی ہستی موٗنگس گرِہ گرِہ بل
لچھ منزٕ ساسہ منزٕ اکھاہ لوٚستٕے
نتہٕ ہیٚتہٕ نم سأری تل

(۶۲)

ترٚیشہِ بوٚچھ موکٕریشہِ ناوُن
یانہٕ ژھیٚپہِ تان سندارُن دِہ
پھرزٕ ڈھے چون دھارُن نتہٕ پارُن
کرٕ ووہ پکارُن سوٚے چھے کرٕیے

(۶۳)

زٕنم پراوِتھ وِبوٚ نا ژھونڈُم
لوٗبن بوٗگن بھرم نہ پرٕسے
سوٗمے آہار سیٚٹھاہ زوٗلُم
ژوٗلُم دوکھ واو، پوٗلُم دٔے

(۶۱)

نفس نے اپنے کیا ہے مجھ کو کیا خوار و ذلیل
ہے طلبگارِ خورش ہر دم یہ مجھ سے مثلِ فیل
بچ کے نکلے اس سے کوئی ہے کسی کی کیا مجال
غالب آ کے کر دیا سب کو ہے اس نے پائمال
بچ کے نکلا اس کی زد سے کوئی ہو لاکھوں میں ایک

(۶۲)

ستائے بھوک تو اس جسم کو کھانا کھلا دینا
اسے تو بھوک سے یا پیاس کے مارے نہ تڑپانا
ترا روزہ ترا افطار شایانِ ملامت ہے
بھلائی سب سے کر لے، یہ عمل مرغوب ہے ہاں بے شک

(۶۳)

زندگی پا کے رہی کب طالبِ شان و شکوہ
خواہشاتِ نفس اور لالچ سے میں بچ کے رہی
کھانے پینے میں رکھا مدِ نظر ہے اعتدال
اور یہ سمجھی کہ کافی ہے یہی میرے لئے
کر لیا برداشت میں نے مفلسی، دکھ درد کو
اور کی پوجا فقط اس مالکِ مختار کی

(٦٤)

کھیٚنہٕ کھینہٕ کران کُن نو وانٛکھ
نہٕ کھیٚنہٕ گژھکھ اہنکارٕ ہی
سوٚتُے کھیٚیہ مالہِ سوٚتُے آسکھ
سمی کھیٚنہٕ مُژرٕ نے برٕنیٚن تارٕ ہی

(٦٥)

کھیٚتھ گنڈِتھ شیٚمہ نامانس
برانٛتھ یِمہ ترٕاوٕ ہمٕ گے کھٚسِتھ
شاستر بوٗزِتھ چھُ یِمہٕ . چُنِیہ کروٗر
سُہ نا پوٚزٕ تہٕ دُئی لٚسِتھ

(٦٦)

ہیٚتھ کرِتھ راج پھیرِ نا
دِتھ کرِتھ ترٕپتی نا مَن
لوٗب وِنا زیو مرٕ نا
زیوٚنت مرِ تہٕ سُے چھُے گیان

(۶۴)

تجھ کو کچھ حاصل نہ ہوگا زینہار | خورد و نوش پہ پے بہ پے سے رات دن
اور اگر پابندِ روزہ ہی رہے | تجھ پہ غالب آئیگا نخوت، غرور
کھانے پینے میں ہے جائز اعتدال | زندگی کا یہ بنا اپنا اصول
اس عمل سے بالیقیں تیرے لئے | بند دروازے سبھی کھل جائینگے

(۶۵)

نعمتوں سے کھانے پینے کی کبھی | من کی شانتی ہاتھ آنے کی نہیں
چھوڑ کر موہوم اُمیدوں کو جو | خوش رہے، حاصل ہوا ان کو عروج
شاستر پڑھ سُن کے انسان کو بہت | موت آتی ہے نظر بس ہولناک
ایک کوڑی عیش و عشرت کے لئے | مل سکی جن کو نہ قرضے پر کبھی
ہر بلا سے ایمن و محفوظ ہیں | اور سعادت و سکوں سے ہمکنار

نوٹ:- خواہش کو ایک سودخوار سے تشبیہہ دی گئی ہے جو تنعم کے لئے قرضہ دیتا ہے اور اصل زر معہ سود کی واپسی کے لئے تقاضا کرنے میں سخت گیر ہے۔ وہ قانع شخص بلا شُبہ مسعود ہے، جس کو وہ قرضہ دینے سے انکار کرتا ہے۔

(۶۶)

حکومت سے سکون و صبر ہرگز پا نہیں سکتا | قرار اس دل کو ترکِ سلطنت سے آ نہیں سکتا
اگر انسان بری لالچ سے ہارا ہو تو مر نہیں سکتا | اگر زندہ ہی مر جائے تو عارف در حقیقت ہے

نوٹ:- یہاں ترکِ خواہشات کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ کامگاری حاصل کرنے یا محض ترکِ قدرت و اختیار سے سکون حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان یہ نہ سمجھے کہ زندہ رہتے ہوئے بھی وہ مُردہ ہے یعنی خواہشات سے لاتعلق۔ اسکو گیان سے شناسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

(۶۷)

(الف)

کُس مرِ تہٕ کسوٗ مارِن

مرکُس تےٚ مارِن کَس

یُس ہرہٕ ہرہٕ ترٲوِتھ گرہٕ گرےٚ

اَدہٕ سُہ مرِتےٚ مارِن کَس

(ب)

گوٗرہٕ شبدس یُس پژھ پژھ بَرے

گیانہٕ وگہٕ رٹہٕ ژبتہٕ تورِگَس

پینٛدرِییےٚ شوٗ مرتھ آنند کرےٚ

اَدہٕ کُس مرِتےٚ مارِن کَس

(۶۸)

رشیل تہٕ مان چھُپےٚ پونی کرِ ژنجے

موٗچھہٕ یمہٕ روٗٹ مُٹھ یُد واو

ہوٗست یُس مست والہٕ گنڈےٚ

تیٚ یُس تگہٕ تٲسے سُہ ادہٕ ہال

(۶۷)

(الف)

مرے گا کون؟ کس کو مار ڈالیں گے؟ بتا مجھ کو

بُھلا کر نامِ حق گھر کے مشاغل میں جو اُلجھا ہے — مریگا وہ اسی کو مار ڈالینگے یقین جانو

(ب)

قولِ مرشد پر جو ایمان لائیگا — اور بہرہ معرفت سے پائے گا

نفس کے گھوڑے پہ ہوگا جو سوار — 'اندریوں' پہ جس کو ہوگا اختیار

پائیگا جمعیتِ خاطر سے عون — مر نہیں سکتا، اسے ماریگا کون؟

(۶۸)

شہرت و عزت ہے کیا چھلنی میں پانی کے سوا

ہاں جو طاقت آزما، طوفان کو مٹھی میں لے

باندھ لے پیلِ دماں کو اپنے سر کے بال سے

جس سے یہ سب ہو سکے بیشک ہوا اسمیں کامیاب

---

نوٹ:- مطلب یہ ہے کہ دنیاوی شہرت خام خیالی کے سوا کچھ نہیں ہاں اگر انسان نفسِ امارہ (یعنی پیلِ دماں) اور 'من' کے طوفانوں کو قابو کرے تو حقیقی معنوں میں طاقتور کہلائے اور نام پائے۔

(۶۹)

زٔل کھمُن ہُتھواہ ترٕ ناوُن

وُوردوا گمن پیٚیرِو ژٔرِتھ

کاٹھ دیٚنہ دوٕد شُرماوُن

اَنتہٕ سکوٚل کیٚپہٕ ژٔرِتھ

(۷۰)

ییٚمہِ لوٗب منمتھ مد ژُور موُرن

دِتہ ناعشی مأرِتھ نہ لوگُن واس

تمیٔ سہز ایشور گوُرن

تمیٔ سورُے وِیوٚندُن سوٕاس

(۷۱)

مارِکھ مارہ بوتھ کامہ کرُودُ لوٗب

نتہٕ کان بٔرِتھ مارِنےٚ پان

منےٚ کھیٚن دِکھ سو وِیزارہ شم

وِمشےٚ تھہند کیاہ کیٚتھ ژرٕوزان

روک لینی آئے گر جوئے رواں     یا بجھانی آئے نارِ شعلہ زن
چلنا آئے گر تجھے بالائے چرخ     اور لینا گائے سے لکڑی کی دودھ
شعبدہ بازی فقط ہے یہ تمام

---

نوٹ:- یوگ میں مہارت حاصل کرنے یا یکسوئیِ قلب سے اظہارِ خوارق ممکن ہے لیکن اسکی وقعت ایک جادوگر کے کھیل سے زیادہ نہیں۔ سچا یوگی ایسے کشف و کرامات کو بنظرِ حقارت دیکھتا ہے۔ وہ صرف ایسے یوگ کا بندہ ہے جس سے وہ خود شناسی کا علم حاصل کرکے ذاتِ حق میں محو ہو جاتا ہے۔

(۷۰)

حرص و شہوت اور تکبر تین ہیں رہزن بڑے     لوٹتے رہتے ہیں جو نوعِ بشر کو بار بار
زیر کرکے جو دلیری سے انہیں کردے ہلاک     اور پھر جوشوق سے ہو خلق کا خدمتگزار
سچے معنوں میں وہی ہے طالبِ ربِّ علا     ماسوا اسکی نظر میں ہے فقط مشتِ غبار

---

نوٹ:- اصلی سادھو یا سنت وہی ہے جو انکساری اور محبت اختیار کرکے سب کا خادم بنے۔

(۷۱)

حرص و شہوت اور غضب قاتل ہیں تینوں تیرے     ہے اگر ذی ہوش ان تینوں کا کردے خاتمہ
ورنہ اپنے تیروں کا تجھ کو بنائینگے شکار
محو ہو کر دھیان میں دے صبر کی ان کو غذا     تاکہ ہوں تسکیں پذیر و بے نیازِ اشتہا
جان ان میں پھر نہ کچھ باقی رہیگی بالیقیں     پھر تجھے معلوم ہوگا کتنے ہیں یہ ناتواں

نوٹ:- تیروں سے مراد دنیاوی ترغیبات ہیں۔

(۲)

رنگس منز چھے ہیون ہیون لبُن
سوئے ژالکھ برکھ سۄکھ
ژکھ رِش تہٕ ویر گالکھ
اَدہٕ ڈیشکھ شِوہٕ سُند موکھ

(۳)

لوب مارُن سہز ویژارُن
دروگ زانُن کلپن تراو
نشہ چھے تہٕ دور موگارُن
شوُنیس شوُنیاہ میلیتھ گو

(۴)

پرژھ ہان ییمی سوم مون
ییمی ہیوہ مون دین کیہو راتھ
ییمی ہی اُدے من سائیُن
تیمی اڑیو ہسٹے سُرہٕ گُرہٕ ناتھ

(۲)

ہر روپ میں نمود ہے اسکی جُدا جُدا　پا جا اُسے جو ہوش ہے اے مردِ باخدا
ہر حال میں تو صبر و تحمل سے کام لے　آرام پانے کی یہی صورت ہے برملا
تجھ میں اگر ہے نفرت و کینہ و دُشمنی　ہمت سے اپنی دم میں تو کر دے انہیں فنا
دیدار تجھ کو ذات کا ہوگا نصیب پھر

(۳)

ترک کر حرص و ہوا　ترک کر یہ ما سوا
دیکھ اس کے نور کو　نور ہی میں ڈوب جا
وہ بہت نایاب ہے　وہ بہت ہے بے بہا
ہے وہ تیرے ہی قریب　ڈھونڈتا ہے دور کیا
وہ خلا ہے یا ملا　کچھ نہیں اس کے سوا

---

نوٹ :۔ خلا سے　مُراد یہاں ظاہری دنیا ہے۔

(۴)

یگانے اور بیگانے کو جس نے ایک سا جانا
نہیں جس کی نظر میں امتیازِ روز و شب مجھ بھی
دوئی سے دِل ہوا آزاد جس کا دارِ ہستی میں
وہی اس شاہِ شاہاں کا ہے بس پہچاننے والا

---

نوٹ :۔ دن سے مطلب شادمانی کا دن اور رات سے مطلب غمگینی کی رات ہے

(۷۵)

ناتھ ! نا پان نا پر زونُم
سداّے بوُدُم یہِ کوٚ دِہ
ژٕ بوٚہ بوٚہ ژٕ مِیُل نو زونُم
ژٕ کُس بوٚہ کوٚسہ چھُہ سندِہ

(۷۶)

شِو شِو کران ہمسہ گتھ سوٚرِتھ
رُوزِتھ وٚیوہارِی دِین کیاّ راتھ
لاگہِ روٚست اَدُے یُس مَن کرِتھ
تسٕی نیٚتھ پرٕسن سُرہ گرٕہ ناتھ

حاصل ہوا عرفان نہ تیرا نہ خود اپنا　　دُکھ جسم کو ہر چند دیے نفس کشی سے
'تو ہیں ہے'، کہ 'ہیں تو ہوں' یہ اسرار نہ سمجھی　　کس طرح سے دو ہوتے ہیں آپس میں مدغم
'تو کون ہے'، 'میں کون ہوں' گفتار یہ کیسی　　اس قسم کی گفتار بھی شک سے نہیں خالی

نوٹ:۔ لل کہتی ہے کہ اس نے ریاضت کے وسیلے سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں اپنے جسم کو سخت اذیت پہنچائی جس کی درحقیقت کوئی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ اپنی اور دوسرے کی اصلیت کو پہچان لے ——— نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ اپنی ذات کو خدا کی ذات میں گم کرنے کی پہچان ہے۔ یہ کہنا کہ 'میں کون ہوں' اور 'وہ کون ہے' اس معرفت کے بارے میں شک کرنا ہے۔

(۷۶)

شِو کے نام پاک کو جپتے ہوئے　　چال رکھے ہنس کی مدِ نظر
کاروبارِ دنیوی میں رات دن　　متوجہ رہتا ہو دل اور جان سے
من کو بالاتر دوئی سے جو رکھے　　اور ہو بس قائلِ ذاتِ احد
ہاں اسی پر رہتا ہے وہ مہرباں　　دیوتاؤں کا بھی جو ہے دیوتا

نوٹ:۔ 'ہنس' کا طرزِ عمل مشہور منتر 'سوہم' کا پُر اسرار نام ہے۔ 'سوہم' کے معنی ہیں: 'میں وہ ہوں'۔ سنسکرت حروف میں اگر 'سوہم' کو اُلٹایا جائے تو 'ہم سہ' بن جاتا ہے جس کے معنی ہیں 'ہنس'۔ مردِ مومن کو چاہیئے کہ روزانہ فرائض ادا کرنے پر پھل پانے کا کوئی خیال نہ رکھے۔ 'ہم سہ' اکثر 'شو' سے منسوب کیا جاتا ہے جو 'سہسرادا' میں متمکن ہے اور انفرادی روح سے الگ نہیں۔ دوئی سے آزاد من وحدت الوجود اور اپنی ذات میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔

(۷۷)

کندیو گیہ تیٖنزی کندیو وَن واس
ویچھوٗل مَن نارٕ ٹھ تہ واس
دیٖن راتھ گنٛزرِتھ پٔن شُواس
تِتھے چھکھ تہٕ تِتھے آس

(۷۸)

کَلَن کالہ زاءِلی یودوَے ژٕرٕ گوٗل
ویندِو گہہ وٗا ویندِو وَنواس
زانِتھ سِروگتھ پرٕوبھو امُول
تِتھے زانیکھ تِتھے آس

(۴۷)

گھر بار کوئی چھوڑ دے     بن باس سے منہ موڑ دے
من پر اگر قابو نہیں     کیونکر نہ وہ چنچل رہے
دن رات رکھ انفاس کا     مدِ نظر یہ سلسلہ
جیسا ہے تو ویسا ہی رہ

نوٹ:- بعض لوگ، نجات حاصل کرنے کی غرض سے گھر بار چھوڑ دیتے ہیں اور صحرا نشینی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور بعض اسی خیال سے صحرانشینی سے بھی کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور پھر خانہ دار بن جاتے ہیں۔ لیکن جب تک انسان اپنی ذات سے متعلق اسرار کی حقیقت سمجھنے میں مصروف رہے۔ اس بات کا مضائقہ نہیں کہ وہ کہاں رہے۔ ریاضت گزار کے لیے ہر نفس کے اُتار چڑھاؤ میں اُسی کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

(۴۸)

ختم ہوں تیری اگر سب خواہشات     وقت کی رفتار ہی کے ساتھ ساتھ
چاہے تو پھر تارک الدنیا بنے     یا متاہل زندگی کا دم بھرے
حق کو سمجھے حاضر و ناظر مگر     اور مقدس و منزہ، لازوال
یعنی جیسا تو سمجھ پائے اُسے     ویسا ہی بن جائیگا تو لاکلام

نوٹ:- انسان خواہ گرہستی ہو خواہ تارک الدنیا۔ اس سے بحث نہیں۔ خواہشات سے آزاد ہونے اور اپنی ذات کو معرفت حاصل کرنے ہی سے اس کو نجات مل سکتی ہے۔ اسی معرفت سے اسکی روح ذاتِ حق کی اصلیت سے وابستہ ہو جاتی ہے اور آخر کار اسی میں جذب ہو جاتی ہے۔

(۷۹)

ژِدا نِنڈسس گبیانہ پڑ کاشس
یِمو ژِیوُن رِتم زِیوٕنتی موہ کھت
وِشیِمس سمسارِس پاشیِس
ابوٚدی گنڈاہ شیٚتھ یِشیٚتی دِ تی

جن کو آگاہی ہوئی دنیا میں چت اور گیان سے

اور ہیں نور و سرور سرمدی کے رازدار

چھوٹ جاتے ہیں وہی آواگوں کے دام سے

کسقدر ناداں ہیں وہ جو اس جہاں کے جال میں

خود اُلجھ جاتے ہیں اسمیں ڈال کر سو سو گرہ

---

نوٹ :- 'چت' - قوتِ فکر - من + 'گیان' - شعور و ادراک - احساس عرفاں + 'پرم شو' - ذاتِ افضل -

اس 'پرم شو' کے دو پہلو ہیں - شوتتو اور شکتی تتو - شوتتو سے مراد ہے - پاکیزہ روحِ حیاتی اور نورِ ادراک - شکتی تتو سے مطلب ہے سعادتِ ابدیت' ذاتی اطمینان اور سکونِ کامل - پاکیزہ روح حیاتی اور سعادتِ ابدیت کے تصور اجتماعی ہی سے ذاتِ مطلق کا تصور پیدا ہوتا ہے ریاضت گزار کا مدعا اسی کی معرفت اور اس بات کا احساس پیدا کرنا ہوتا ہے کہ اس کا جلوہ عالمگیر ہے - نادان وہ ہیں جو اس معرفت سے محروم ہیں اور اس لئے بار بار جنم لیتے ہیں -

(۸۰)

لوٗکُک نار لٖلہِ لوٗلہِ لٖلہِ نوٗوُم
مَرِنے مِعوٗلیس تہٕ ژٕوٗرِیس نہٕ زَرٕے
رٔنگہِ رٔژھ ذاتٕسی کیاہ نہٕ زٔنگاموٗم
بوہ دٕپُن ژھٕوٗلُم کیاہ سٕنہٕ گرٕے

راوٕنہٕ مشرِے راوٕن روٗوُم
راوِتھ اَتھہِ آیس چھوٕہ سَرِے
اسان گِندان سٕہزٕ پرٕوُم
دیپہٕ نے کوٗرتھٕم پانس سَرِے

(۸۱)

لوٗلہِ وفہ کِھلہِ دٲرِتھ پٕشِم
کوکل ژٕرِچم تہٕ رُوزٕس زٕسہٕ
بُزُم تہٕ زاریچم پانس ژٕشم
کوٗہ زانہٕ توٗہ سیتھ مَرہٕ کِنہٕ لَسہٕ
لوٗے نامِعوٗلیس تہٕ لوٗے نا مرٕہ
[illegible]

(۸۰)

تن بدن میں اپنے نارِ عشق کو | میں نے ہم آغوشِ صبرِ دل کیا
پا گئی مرنے سے پہلے ہی وفات | گم فنا میں کر چکی اپنی بقا
ذات میری اصل میں بیرنگ تھی | رنگ اسمیں ہر طرح کا بھر دیا
میں ہوں کہنے سے ہوئی میں دست کش | اس سے بڑھکر اور کر سکتی میں کیا
گم ہوئی گم گشتگی میں کیا کہوں | گم یہ ہونا بھی تماشا ہو گیا
کرکے گم خود آپ کو اس دہر میں | جلوہ میرا پھر ہوا ہے رونما
ہنستے ہنستے کھیلتے پر شوق سے | ذاتِ حق سے جا ملی میں برملا
بات یہ تحقیق اپنے حق میں کی | پا گئی میں دل کا اپنے مدعا

(۸۱)

دل کو پسیا کھرل میں جب عشق کے | خواہش بد مٹ گئی، آیا قرار
نذرِ آتش کر کے تب چکھی اسے | اس عمل سے کب پتہ چل جائیگا

زندہ رہنا ہے کہ مرنا ہے مجھے

دیکھکر آنکھوں سے سن کر کان سے | جب میں ہونگی اصلیت سے ہمکنار

کب مری میں اور کب مر جاؤنگی ؎

؎ میں نے دیکھا اور جو میں نے سنا | آشکارا اس کو جب میں کر سکوں

تب میں زندہ، زندۂ جاوید ہوں

(۸۲)

یوٗت زوٗنہ ووٗتھنتھ موٗت بولہ نووٗم
دگ للہٕ ناٲوٕم توٚیہ ہشٕرِہ پٕرہِ ہے
لگٕی لگٕی کران لالہ وزہٕ نووُم
میلِتھ تس مَن شرٕوژٕوم دٕہے

(۸۳)

شہ وَن ژٕ ژٹھ شیٚشہِ کَل وزٕم
پرٕ کرُتھ ہٲتھ ہونٕزٕم پوٚنٕہٕ سیتی
لولِہ کِہ نارٕہ واٲلنج بژٕم
شیٚنکرُ لوٚبُم تمی سیتی

(۸۲)

رات کے پچھلے پہر وقتِ غروبِ ماہتاب — اس دلِ دیوانہ کو میں نے بہت سمجھا دیا
ذوقِ عشقِ حق سے اس غمدیدہ کو بخشا سکوں — 'لل ہوں میں' ہاں لل ہوں میں' دیتی رہی ہر دم صدا
اسطرح میں نے جگایا اپنے اس محبوب کو — جس سے مل کر پاک میرے ہو گئے یہ دس قویٰ

---

نوٹ:۔ وقتِ غروبِ ماہتاب سے مراد ہے علی الصباح یعنی جہل کی شبِ تاریک کا اختتام۔ دلِ دیوانہ سے مراد 'من' ہے جو دنیا کی مایا سے مست اور پاگل ہے محبوب سے مراد لل کی اپنی ذات ہے جس کو ذاتِ حق کے ساتھ ایک ہونے کی معرفت حاصل کرنے کے لئے وہ جھنجھوڑتی رہی۔

(۸۳)

میں آئی کر کے طے چھ جنگلوں کو اپنی ہمت سے — اُجاگر کر لیا اس طرح میں نے چھ 'کلاؤں' کو
نفس سے میرے دب کے رہ گیا عالم ہوا کا — میں نارِ عشق میں یا دل کو جلا کر اپنے ہی دامن
اسی طرزِ عمل سے پا لیا ہے اپنے شنکر کو

---

نوٹ:۔ انسان کے جسمِ روحانی میں چھ چکر یعنی شکتی کے چھ مقام ہیں جو اس کو ظاہری کائنات میں عمل کرنے اور اس کو حقیقی سمجھنے کے لئے اُبھارتے رہتے ہیں۔ عرفان حاصل کرنے سے پہلے ان پر قابو پانا ضروری ہے۔ لل اس عمل کو چھ جنگلوں کو طے کرنے سے تشبیہہ دیتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ انسان کے سر میں ایک جوف ہے جس میں ایک پُر اسرار چاند پایا جاتا ہے اور یہی ذاتِ افضل شو کا مقام ہے۔ جب صوفی ان چھ چکروں پر قابو پاتا ہے تو وہ اس چاند سے روشناس ہوتا ہے اور شو کی ذات میں گُم ہو جاتا ہے۔ یہ قدرت صوفی کو حبسِ نفس سے حاصل ہوتی ہے اور اس کا محرک انتہائی جذبۂ عشق ہے۔ 'کلا' جزو کو کہتے ہیں۔

(۸۴)

دِمی ڈِیُوٹھم شبنم پیٚوان

دِمی ڈِیُوٹھم پیٚوان سوٗر

دِمی دِیُٹھم اَنِہ گٹہٕ راتس

دِمی ڈِیُوٹھم دوہس نوٗر

دِمی اُسِس لوکٕٹ کوٗراہ

دِمی سپنِس جواناہ پوٗر

دِمی اُسِس پھیران تھوران

دِمی سپنِس دزتھ سوٗر

(۸۵)

دِمی ڈیٹھم نَد وہٕوِنی

دِمی ڈِیُوٹھم سُم نہ تہ تار

دِمی ڈیٹھم تھٕر پھولہٕ وٕنی

دِمی ڈِیُوٹھم گُل نہ تہ خار

(۸۴)

دم میں جمتی شبنم دیکھی دم میں دیکھا پڑتا پالا

دم میں دیکھی رات اندھیری دم میں دیکھا دن کا اُجالا

تھی میں اک کمسن سی دختر دم میں جوانی کو جا پہنچی

چلتی پھرتی تھی میں اب تک ہو گئی جل کر راکھ کی ڈھیری

---

(۸۵)

ابھی ایک ندی تھی بہتی ہوئی

ابھی چار سُو عالم آب تھا

جو دیکھا تو پُل تھا نہ ساحل کہیں

نہ تھا سیل دم میں نہ وُہ جوئے آب

ابھی ایک جھاڑی تھی پھولوں سے پُر

ابھی پھر جو دیکھا نہ گل تھا نہ خار

(۸۶)

دٕمِی ڈِیِھٕٹھ گٕنٛج وَرٕز وٕنی

دٕمِی ڈِیوُھٹُھم دٕہ نٕہ تٕہ نار

دٕمِی ڈِیِھٕٹھم پانڈٕون ہٕنٛز ماجی

دٕمِی ڈِیِھٕٹھم کراجی ماس

(۸۷)

گاٹلاہ اکھ وُچھُم بوچہ سیتی مران

پَن زَن ہُران پُہنہ واوٕ لہ

نٕیشی بوٕد اکھ وُچھُم وازس مران

تَتہٕ لَل بوہٕ پٕزاران ژٕھینیم ناپٕراہ

(۸۶)

میں نے دیکھا ایک چولہے میں تھی آتش شعلہ ور | دم میں دیکھا آگ اس میں تھی نہ باقی کچھ شرر
تھی ابھی ماں پانڈوؤں کی بیر آگے جلوہ گر | دم میں تھی خالہ کمہارن کی مرے پیشِ نظر

---

نوٹ :- پانڈو راجے تھے اور ان کی ماں کنتی مہارانی تھی۔ ایک دفعہ وہ فریب و دغا کا شکار ہو کر نہایت تنگدست اور خستہ حال ہوئے اور بھوک پیاسے سرگرداں رہے پھرتے پھرتے آخر ایک شہر میں جا پہنچے۔ یہاں ان کو ایک کمہار کے گھر میں پناہ ملی کمہارن اور اس کے بچے مہارانی کنتی کو خالہ کہکر پکارتے تھے۔

(۸۷)

میں نے اک دانا کو دیکھا بھوک سے مرتے ہوئے
جیسے پت جھڑ میں ہوا سے گرتے ہیں برگِ شجر
ایک ناداں شخص کو دیکھا کہ ہو کر ترش رو
بیٹھا تھا اپنے باورچی کو بے خوف و خطر
ہو کے بد دل منتظر رہتی ہوں اب اس دن کی لل
چھوٹ جائیں مجھ سے اس دنیا کے بندھن سربسر

---

نوٹ :- مطلب یہ کہ انسان کی دانائی اس کو فاقہ کشی سے نہیں بچا سکتی نہ ہی اس کو موت سے مفر ہے۔ ایک بیوقوف شخص جو دولتمند اور آسودہ حال ہے اس کو صرف اس بات کا رنج ہے کہ اس کا باورچی اس کے حسبِ منشاء کھانا نہیں بناتا۔ اس لئے وہ اس کو بیرحمی سے مارتا ہے۔ دنیا میں ان بے انصافیوں کو دیکھکر لل آرزوئے حیات سے چھٹکارا چاہتی ہے۔

(۸۸)

کینٛژَن دِتیتھَم کُلالہٕ یُٲژِی

کینٛژَن زوٗنُتھ نہٕ دِلَس وار

کینٛژَن ژھیٛنِتھَم ناَلی برٛمہٕ ہُٲژِی

بھگوانہ چانہِ گژھ نمسکار

(۸۹)

کینٛژَن دِیُتنھَم اورَے آلوَ

کینٛژَو رَچابہٕ نالیَے ویتھ

کینٛژَن اُچھِ لجہٕ مَس چیتھ تالوَ

کینٛژَن پُیتھ گَے ہالوَ کھیتھ

(۸۸)

دیئے بعضوں کو تو نے لالہ و گل
رکھا بعضوں کو کلیوں سے بھی محروم
کسی کو لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں
عجب ہے شان تیری ربِّ قیوم

(۸۹)

کچھ تو وہ ہیں جن کو آئی غیب سے تیری ندا
اور کچھ وہ ہیں کہ ہم آغوشِ دریا ہو گئے
پی کے مے آنکھیں کسی کی جم گئی ہیں سوئے بام
اور کسی کی پختہ فصلیں کھا گئی ہیں ٹڈیاں

(۹۰)

کیشرٕ ن رٕنہٕ چھےٚ شہج بوٗنی

نیرو نیٖبر شہُل کرو

کیشرٕ ن رٕنہٕ چھےٚ بر پیٖٹھ ہوٗنی

نیرو نیٖبر تہٕ رنگ کھیٖیہ وو

کیشرٕ ن رٕنہٕ چھےٚ اَدل تہٕ ودل

کیشرٕ ن رٕنہٕ چھےٚ زدل ژھالے

(۹۱)

کینژھ چھی نیٚندرہ ہتی وُدی

کیشرٕ ن وُدیٖن نیٖسر پیٖیی

کینژھ چھی سنان کرِتھ اپُتی

کینژھ چھی گیٖہہ برٕتھ تہٕ اکری

(۹۰)

بیویاں بعضوں کی ہیں مثلِ چنارِ سایہ دار
مایۂ تفریح ہیں وہ لطف ان سے پائیے
بیویاں بعضوں کی گویا مادہ سگ ہیں پیش در
جائیے ملنے تو آئیں کاٹ کھانے کے لئے
بیویاں ہیں بعض وجہ اختلال و انتشار
بیویاں کچھ جیسے نور و سایہ کا ہو امتزاج

(۹۱)

کچھ تو وہ ہیں نیند میں بیدار آتے ہیں نظر
کچھ تو وہ ہیں جاگتے بھی ہوں تو محوِ خواب ہیں
کچھ تو وہ ہیں جو نہا دھو کر بھی ہیں ناپاک ہی
اور کچھ وہ جو پھنسے ہیں گھر کے دھندوں میں مگر
پھر بھی رہتے ہیں عمل سے لاتعلق بے نیاز

---

نوٹ :- نیند سے 'مایا' کا خواب اور ناپاکی سے روح کی ناپاکی مراد ہے۔ یہاں کا مطلب یہ ہے کہ انسانی جسم فرض انجام دینے کا پابند بھی ہو، پھر بھی روح آزاد رہ سکتی ہے۔

۹۲

گرٕٹہٕ چھُہ پھیران زیرے زیرے
اوٗہکُے زانہٕ گرٕٹکُ ژھل
گرٕٹہٕ ییٚلہٕ پھیرِ تےَ زاوُیل نیرے
گوٗواتہٕ پانےَ گرٕٹہٕ بل

۹۳

یتھ سَرَس سِری پھوٚل ناوٚیڑھی
تتھ سرِہ سَکَلی پونی چیٚین
مرِگ سِرٛوگال گنڈٕی زلہٕ ہُستی
زیٚن نازیٚن تہٕ توٚتے پیٚین

(۹۲)

لائیں حرکت میں تو چکی گھومتی ہے زور سے
واقفِ نیرنگ ہے لیکن فقط اس کا مدار
یہ چلے تو ہوتا ہے باریک آٹا دستیاب
خود بخود گیہوں پہنچ ہی جاتا ہے اس کے قریب

---

نوٹ :۔ مطلب یہ کہ جب انسان منزلِ مقصود تک پہنچنے کے درپے رہے تو وہ وہاں پہنچ ہی جائے گا۔

(۹۳)

جس جھیل میں مجال ہے تل بھر سما سکے
بجھتی ہے پیاس سب کی، پھر ایسی ہی جھیل سے
گرتے ہیں، پیدا ہوتے ہی سب اسمیں بار بار
گینڈا، ہرن ہو یا ہو شغالِ بہانہ ساز
بچتا نہیں ہے اس سے سمندر کا فیل بھی

---

نوٹ :۔ ذاتِ کُل کے مقابلے میں کائنات کی کچھ حقیقت نہیں۔ پھر بھی نادان اس کو ایک عجوبہ سمجھتے ہیں اور اس سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ زندگی بھی ازل کے مقابلے میں دم بھر سے زیادہ حقیقت کی حامل نہیں۔ در اصل غیر نجات یافتہ روح جس صورت میں بھی وجود میں آئے ازل کے نقطہ نظر سے دم بھر کیلئے ہی زندہ رہتی ہے اور مرتی ہے اور بار بار جنم لیتی ہے۔

۹۴

تریٚیہ نیٚنگہٕ سراہ سٕری سرس
اَکہ نیٚنگہٕ سَرَس اَرشَس جاے
ہرموکھہٕ گوسرٕ اَکھ سُم سَرَس
سَتہٕ نیٚنگہ سَرَس شِینیا کار

(۹۵)

کُس ڈِنگہٕ تہٕ کُس زاگہٕ
کُس سَر وَترٕہ تیلی
کُس ہَرَس پُوزہٕ لاگہٕ
کُس پَرَمہ پَد میلی

(۹۴)

میں نے دیکھی جھیل، اک سیلاب سے پُر تین بار اک دفعہ دیکھا فقط تھی عرش پر جائے قیام

اک دفعہ ہرمکھ سے کوثر تک بھی دیکھا اک پُل جھیل یہ نابود ہوتے دیکھ لی پھر سات بار

---

نوٹ :۔ عرفانِ کامل حاصل ہونے پر لل نے نہ صرف شہرت حاصل کی بلکہ اسے پچھلے جنموں کو یاد کرنے پر بھی قدرت حاصل ہوئی۔ جھیل سے مراد ہے کائنات اور لبریز ہونے سے اسکی جزوی تخریب۔ ان تخریبوں میں سے تین کا واقع ہونا اسے یاد ہے جب صرف عرش ہی ایک ایسی جگہ ہو جو موجود رہے تو یہ تخریبِ عظیم ہے۔ ایسی تخریبوں میں سے اسے ایک کی یاد آرہی ہے۔

شمال میں ہرمکھ پہاڑ کی چوٹی اور جنوب میں کوثر کی جھیل کے درمیان وادئ کشمیر واقع ہے۔ کہتے ہیں۔ ابتداء میں یہ وادی ایک جھیل تھی جس میں سے کئی زمانوں کے بعد کشپ ریشی نے زمین نکالی، اور ہرمکھ سے کوثر تک کشمیر کی وادی بنائی۔

(۹۵)

کون ہے بیدار یارب کون محوِ خواب ہے کون سی ہے جھیل جس سے قطرہ قطرہ دمبدم

بہ نکلتا آب ہے کھا کھا کے صدہا پیچ و تاب؟

چیز کیا ہے جس سے انسان شِو کی پُوجا کر سکے ہو رسائی تیری جس تک کونسا ہے وہ مقام

وُہ مقامِ برتریں پا کر جسے ہو کامیاب؟

●

(۹۶)

مَن ڈِنگہ تۃ اَکۄل نٲگہ

دادٕ ڈِی سَر پھِنچہ پِنڈی وَتر ہ تیلی

سۆ وٕبُرٲرِ پونی ہَرس پوٗزہ لاگہ

پَرمہ پَد ژیتنہ شومیلی

(۹۷)

شوگرٕ تاے کیشو پٕلنیس[۳]

پرسہا پابرین وۄدٕ لیس[۳]

بوگی یوگہ کَلِہ پرزانیس[۳]

کَس دِیوٕ اَشو وارٕ پھِچہ ڈیس

(۹۶)

ہے اکل، بیدار دائم من ہی محوِ خواب ہے — جھیل ہیں پانچ اندریاں جن سے نکلتا آب ہے
جس سے پوجا ہتر کی ہو وُہ ذات کی پہچان ہے — برتریں منزل مقامِ روحِ اعظم جان لے

نوٹ:- 'کُل' کے معنی ہیں خاندان جو ذاتِ برتریں سے قطع نظر بقائے ذات کے تجربے کے لیے مندرجہ ذیل لوازمات پر مشتمل ہے :- (۱) انفرادی روح (۲) پرکرتی یعنی ذاتِ مجازی جس پر روحِ انفرادی کا عمل ہوتا ہے اور جس کا اس پر ردِ عمل ہوتا ہے۔ (۳) مکاں یعنی قیدِ مکاں کا تصور (۴) زماں یعنی قیدِ زماں کا تصور اور (۵) عالم احساسات کے پانچ عناصر (۱) انجماد یعنی پرتھوی یا خاک (۲) حالتِ سیالی یعنی آب (۳) حالتِ تشکیلی یعنی آتش (۴) حالتِ ہوائی یعنی باد (۵) حالتِ اثیری یعنی آکاش۔ جب روح ان سے بالاتر ہوجاتی ہے اور اپنی ذات کو بے پایاں ذاتِ افضل کے ساتھ یکساں ہونے کی شناسائی حاصل کرتی ہے تو اس وقت وُہ سعادت مندی سے ہمکنار ہوتی ہے یا جیسا لل کہتی ہے۔ بیدار ہوجاتی ہے۔

(۹۷)

شو ہے گھوڑا اور وشنو زین پر ہے متمکن — برہما کی ہے رکاب زین میں لیکن نشست
یوگی خود اپنے عمل سے جانتا ہے یہ کہ کون — دیوتا ہے وُہ کہ ہوگا اس کا آخر شہسوار

نوٹ:- 'شو' سے مراد یہاں 'شو تتو' ہے۔ یعنی کائنات میں ذاتِ افضل کی اولین صورت۔ یوگی جانتا ہے کہ یہ ذاتِ کامل کی اصلیت کا ظہور ہے وُہ گویا ایک گھوڑا ہے جس پر ذاتِ کامل سوار ہے۔

(۹۸)

اتاہ ہتھ کُھسو رِیپچھ شُنیالے

یَس ناوِنہ وِرہن نہ گُتھر تہ رِیپچھ

اَہم وِمرشہ نادہ بِندُے یَس وُن

سُے دیواشِو وار پنیٹھ چیدٔلیس

منتقل ہے جو رواں آواز "اوم" ہے نہیں غیر از خلائے کائنات

اس کا مسکن ہے فضائے لامکاں

نام ہو یا رنگ ہو یا ہو نسب ایسی سب چیزوں سے ہے وہ بے نیاز

کہتے ہیں اک عکس ہے وہ اصل ہیں اپنے ہی نقطے کا اور آواز کا

دیوتا ہے بس وہی جو اس پہ آپ ہمتِ عالی سے ہوتا ہے سوار

---

نوٹ :- ذاتِ کامل کے مختلف نام بتائے گئے ہیں۔ آوازِ رواں یعنی "اوم"، ایک دفعہ بھی انساں زباں سے نکالے تو دائم گونجتا رہتا ہے اس کی حقیقت آکاش پر مبنی ہے یعنی اشیر سے متعلق ہے اور یہ اس جوف میں قیام کرتا ہے جو "سہسرار" میں پایا جاتا ہے۔

آواز اور نقطہ سے جلوۂ نور کی ابتدائی منزل مراد ہے۔ ذاتِ افضل انساں کے جسمِ لطیف میں ایک باریک نقطۂ روشنی کی صورت میں متمکن ہے جس کو قوتِ برترین گھیرے ہوئے ہے۔ جب انسان یوگ کے بل سے پہلی دفعہ اس نقطے کی جھلک دیکھ لیتا ہے تو یہ نقطہ حرکت میں آجاتا ہے تب یہ قوت بیدار ہو جاتی ہے اور چیخ اٹھتی ہے۔

۹۹

زَنَنہِ زاپاے رَٹتھن تاسے کٔنٹی

کُرِتھ ووہ ورس بِہیُو کلیش

پھیرِتھ دۄار بَرنہِ واتن نٔنٹی

شِوِ چھُے کُرِدٕٹھ تہ زٔین ووہ پدیشن

(۱۰۰)

یوسے شیٖل پِنیٹھس تہ پٹس

سوے شیٖل چھے پژھنہ ون دیش

سوے شیٖل شوبہ ونس گرٹس

شِوِ چھُے کُرِ دٕیٹھ تہ زٔین ووہ پدیش

یِن ہیٚکتھ چھِ لل ویدہِ زیادٕہ نٔنی پاٹھی یِتھ واکھس منز ونی مٔژ۔

نیمم کٔر پوتھ گرٔبا۔ ژٔینتس کرٔبا پتٕیي

مرنہ برونٹھی مربا۔ مرِتھ مرتبہ ہیٚری

رحم مادر کو دیا دردِ شدید | اور دُکھ بھی اس کو پہنچایا بہت
تب ہوئے پیدا وہ دُنیا میں ضرور | تھے بھلے چنگے، اچھے اور تندرست
پھر بھی اکثر آ کے ٹھہرے بار بار | تھا یہی در ان کی جائے انتظار
شو کا پانا تو بہت دشوار ہے | دھیان رکھ اس پر کہ یہ اندیشہ ہے

نوٹ:۔ جب تک روح رحمِ مادر میں ہوتی ہے۔ اس کو پچھلے جنم یاد ہوتے ہیں اور یہ پیدا ہوتے وقت آئندہ آواگون کے چکر سے رہائی حاصل کرنے کا عہد کرتی ہے۔ لیکن جوں ہی پیدا ہوتی ہے یہ سب کچھ بھول جاتی ہے، اور دنیاوی خواہشات میں اُلجھ کر اسے بار بار ماں کے پیٹ میں داخل ہونا پڑتا ہے، اور دنیا میں وارد ہونے کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ وضاحت کے ساتھ للّ نے اس واکھ میں کہی ہے

یاد کر تو اس عہد کو | جو کیا تھا بطن میں
جینے جی ہی تو مرے گا | تب تمہارا مرتبہ
واقعی ہو گا بلند

(۱۰۰)

پتھر جو کام دیتا ہے جائے نشست کا | یا جو بچھایا جاتا ہے کوچوں میں جا بجا
ہوتا ہے بالضرور بہر رنگ جزوِ ارض | آتا وہی ہے کام کسی آسیا میں بھی
پانا جہاں میں شو کا تو دشوار ہے بہت | اندیش ہے تو اس پہ ذرا دل سے دھیان رکھ

نوٹ:۔ دنیا کی تمام اشیاء ذاتِ الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اگرچہ جائے نشست، گلی کا فرش، قطعۂ ارض یا چکی مختلف صورتیں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لیکن درحقیقت ایک ہی چیز ہیں یعنی پتھر۔

(۱۰۱)

پھِہے ماترٕہ رِپ پےٚ دِئے
پھِہے بارِیا رِپ کرٕہ وِشیش
پھِہے مایا رِپ اَنتہٕ زوٗ ہیٚیے
شِو چھُے کرٛوٚھٹ تہٕ زٕین ووٚپدیش

(۱۰۲)

رَو مَتہٕ تھَلہٕ تھَلہٕ تاپہی تَن
تاپہی تَن وٕ تَم دیش
وَرُن مَتہٕ لوٗکہٕ گرٕہ اُژی تَن
شِو چھُے کرٛوٚھٹ تہٕ زٕین ووٚپدیش

(۱۰۳)

شِو چھُے زاوُل زال وہراوِتھ
کرٕزن مَنٛز چھُے تٕرِتھ گٮ۪یتھ
زِندہ نےٚ وُچھہَن ادہٕ کیتہٕ مرِتھ
پانہٕ مَنٛزٕ پان کڑ وِژارِتھ گٮ۪یتھ

(۱۰۱)

عورت کی ذات دیکھئے پھر غور تو کیجئے کرتی ہے والدہ کی کبھی صورت اختیار
بچے کو تب پلاتی ہے کس شوق سے وہ دودھ
آتی ہے سامنے کبھی بیوی کے روپ میں اس وقت ہوتی ہے مگر اسکی روش کچھ اور
مایا کی شکل میں کبھی ہوتی ہے جلوہ گر لیتی ہے جان تک کبھی اتنی ہے وہ نڈر
مل جائیں شو سے یہ نہیں آساں کسی طرح ایدیش ہے یہ دھیان اسی پہ ہے ترا

نوٹ :- یہ تمثیل مندرجہ بالا مطلب ہی کی وضاحت کرتی ہے۔ عورت مختلف حیثیتوں میں نظر آتی ہے۔ مثلاً کبھی ماں کے روپ میں اور کبھی بیوی کی شکل میں یا کبھی مایا بن کر جان لینے والی کی صورت میں لیکن حقیقت میں بہر صورت عورت کی ذات ہے۔

(۱۰۲)

کیا نہیں کرتا ہے ہر خطے کو روشن آفتاب؟ روشنی پاتا ہے کیا بس ایک پاکیزہ مقام
اور کیا داخل نہیں ہوتا 'ورن' ہر گھر میں ہے؟ شو کا پانا تو بہت دشوار ہے 'اپدیش' سن

نوٹ :- یہاں بھی ذات الٰہی کی عالمگیر جلوہ گری کا بیان ہے۔ جس طرح سورج ہر جگہ بلا کسی امتیاز کے چمکتا ہے اور جس طرح 'ورن' یعنی پانی کا دیوتا ہر گھر میں داخل ہوتا ہے اور صرف مخصوص مقامات ہی میں نہیں۔ اسی طرح ذات الٰہی بھی کسی خاص مقام ہی پر جلوہ افگن نہیں، بلکہ ہر شے میں ساری دطاری ہے۔

(۱۰۳)

باریک جال کی طرح پھیلا ہوا ہے آپ شو جو تمام قالبوں میں کر گیا نفوذ
پائیگا تو حیات میں اپنی نہ جب اسے مرنے کے بعد آئیگا کب پھر ترے وہ ہاتھ
لے کام ذوق وشوق سے اور غور وخوض سے اپنے وجود میں سے خودی کو نکال دے



نوٹ :- 'خودی' سے یہاں مراد انا ہے

(۱۰۴)

اَسہِ پوٗندہِ زوٗسہ زامہٕ
نیٚتھۍ سنان کرِہ تیٖرتھَن
وہرِ وہرَس نوٗنۍ آسے
نِشہِ چھُے تہٕ پَرزانتھَن

(۱۰۵)

شِوٕ چھُے تھَلہِ تھَلہِ روزان
موٗزان ہیٚنٛدٕ تہٕ مُسلمان
ترُک اَے چھُکھ تہٕ پان پرٛزناو
سوے چھےٚ صاحبس زانٛی زان

(۱۰۶)

تنتھر گلہِ تاے منتھر موٗژے
مَنتھر گوٚل تاے موٗتُے ژیتھ
ژیتھ گوٚل تاے کینٛہہ تہٕ ناگُنے
شوٗنیس شوٗنیاہ مِیلِتھ گوٚ

(۱۰۴)

وہی ہے خود جو ہنستا ہے وہی ہے کھانے والا
وہی ہے چھینکنے والا، جماہی لینے والا بھی

وہی ہے جو نہاتا تیرتھ استھانوں پہ ہے جا کر
وہی ہے جو برابر سال بھر ننگا ہی پھرتا ہے

بنا کر بھیس سادھو کا وہ زہد اپنا دکھاتا ہے

بہت نزدیک ہے تیرے اُسے پہچان لے اب بھی

---

نوٹ:- عابد مقدس مقامات کی زیارت کرنے کے لئے مارا مارا پھرتا ہے اور ذات الٰہی کی تلاش میں جسمانی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ اُسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اسی کی ذات میں موجود ہے۔ اور اس لئے وہ اس سے الگ نہیں۔ زاہد کوئی بھی عمل اختیار کرے۔ درحقیقت وہ کرنے والا نہیں بلکہ ذات حق ہی اسکی محرک ہے۔

(۱۰۵)

شو ہی شو ہے جا بجا جلوہ نما جلوہ طراز
کر نہ ہندو اور مسلماں میں تو کچھ بھی امتیاز

گر ہے تو ذی ہوش اپنی ذات کو پہچان لے
درحقیقت بس یہی اللہ کی پہچان ہے

(۱۰۶)

تنتر ہوئے مفقود تو منتر رہے باقی
منتر ہوئے مفقود تو اک من رہا باقی

جب من ہوا مفقود تو سب کچھ ہوا معدوم
پھر جذب خلا میں ہی خلا ہو گیا یکسر

---

نوٹ:- تنتر- مقدس کتب

(۱۰۷)

بان گوٗل تأے پٔژ کاہٕ آو زوٗنے

ژٔندرٕ گوٗل نأے ہوٚتے ژیتھ

ژیتھ گوٗل تأے کینہہ تہٕ ناگٕنے

گےٚ بھوٗر بھوٗہ سوٗر ویٚتسٕرہ کینہہ

(۱۰۸)

اَبھیاسی سٕوِکاسہ لَیہِ وۄتھو

گگنس سگُن میوٗل سمہٕ ژٕرٕٹا

شوٗنی گوٗل اَنامَے موٚتو

یُہوے وۄپدیش چھُے بٹا

(۱۰۷)

جب آفتابِ ضوفشاں ہوتا ہے مغرب میں نہاں ۔۔۔ تو چاند آتا ہے نکل اور کرتا ہے ضو پاشیاں
جب چاند چھپ جاتا ہے پھر تو باقی رہ جاتا ہے من ۔۔۔ یہ من بھی محوِ لامکاں خود ہو کے رہتا ہے کہاں
پھر یہ اشیری و ستیں اور یہ زمین آسماں ۔۔۔ ہوتے ہیں رخصت بیک مٹتا ہے ہر شے کا نشاں

---

نوٹ:۔ چاند اور سورج سے بالترتیب عمل کے مقامات اسفل و افضل مراد ہیں۔ جب عالمِ استغراق میں یہ موجود نہیں رہتے تو سالک کو سوائے قوّتِ تصوّر کے کسی چیز کا احساس نہیں رہتا۔ جب یہ احساس بھی ذاتِ الہٰی میں گُم ہو جاتا ہے تو ہمہ گیر اور انفرادی ذات میں جزو و کل کا امتیاز بھی جاتا رہتا ہے۔

(۱۰۸)

ازپسِ مشقِ مدید ۔۔۔ ہوتے ہیں جب ناپدید
سب یہ پدید و عیاں ۔۔۔ جز نہیں غیر از گماں
ہو کے گُم اندر اشیر ۔۔۔ سارے صغیر و کبیر
اور یہ اشیاء تمام ۔۔۔ پاتی ہیں تحلیلِ تام
ہوتی ہے گُم کائنات ۔۔۔ رہتی ہے بس ایک ذات
یاد رکھ اے برہمن ۔۔۔ ہے یہی سچا بچن

---

نوٹ:۔ کائنات سے یہاں وسیع عالمِ مخلوقات مراد ہے۔ ایک باشعور عبادت گذار کے نزدیک یہ کائنات ذاتِ الہٰی کا ایک اضافی ظہور ہے جو پھر اسی میں جذب ہو جاتا ہے۔ انسان کی روح محدود انفرادیت گُم کر کے لامحدود ذاتِ حق میں فنا ہو جاتی ہے تو عبادت گذار کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

(۱۰۹)

واکھ مانس کوٗل اکوٗل ناتے
ژھوٚپہِ مُدرِ اَتہِ نا پرٛویش
روزان شوٚ شیکھٕنہٕ ناتے
موٚترِیے کُنہٕ تہٕ سُے وۄپدیش

(۱۱۰)

ژٕ نا بوٚہ نا دھیے نا دھیان
گوٚ پانے سرٛو کرٛہی منُشتھ
اَنیوٚ ڈیُوٚ ٹھکھ کیٚنژھ نا اَوَسے
گیہ ستھ لیہ پرَ پرشتھ

(۱۰۹)

نہیں رہتا خیالِ قلب یا حرفِ زباں باقی      سکوتِ دل کا عالم بھی نہیں رہتا وہاں باقی

وہاں کب دخل کچھ حرکاتِ رمزی کے عمل کو ہے      نہ شو ہی پایا جاتا ہے نہ پائی جاتی ہے شکتی

جو کچھ رہتا ہے پھر باقی وہی اپدیش ہے میرا

نوٹ :۔ 'وہاں' سے مطلب ہے ذاتِ افضل میں۔

سکوت یا اس قسم کی اور کسی چیز سے براہ راست اس تک رسائی نہیں ہو سکتی ان کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ من کی معرفتِ ذات تک رسائی ہو سکتی ہے جس سے وصالِ حق ۔۔ ممکن ہے۔ ذاتِ حق "شو پشکتی" بھی نہیں کیونکہ ان "دونوں" میں بھی صورت اور نام کے علامات پائے جاتے ہیں۔ ذاتِ حق میں یہ دو چیزیں ہی نہیں۔

(۱۱۰)

نہ میں ہوں نہ تو ہے نہ وہم و گماں ہے      نہ ہی دھیان باقی نہ مقصد ہی اس کا

ہوا گم ہے خود خالقِ دو جہاں بھی      سراسر اسی عالمِ بیخودی میں

سمجھ میں نہ کچھ بے بصیرت کی آیا      کہ یہ کھیل کیا ہے یہ بازیچہ کیسا

مگر جب ہوا محرم ذاتِ اعظم

تو نابود تھے ہفت طبقاتِ عالم

نوٹ :۔ جو کچھ ہست ہے بہر صورت جلوۂ ذاتِ حق ہے۔ لہذا جب ناداں انسان اپنی اور تمام مخلوق کی ذات اور ذاتِ حق کی یکتائی سے آشنا نہیں ہوتا۔ اور 'من' 'تو' یا دھیان اور دھیان کے مقصد میں فرق سمجھتا ہے تو درحقیقت یہ ذاتِ الٰہی کی نمود ہے جو اسکی قدرتِ فریب کاری سے عارضی طور پر محجوب نظر آتی ہے اور اسی نادانستگی میں گم ہو جاتی ہے۔ یہ تمثیل اندھوں یعنی ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی جو اشیاء کی اصلیت سے بے خبر ہیں۔ لیکن جب انسان حقیقت کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔ تمام کائنات اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور وہ نجات حاصل کر لیتا ہے

سات عالم یہ ہیں :۔ (۱) زمین (۲) آسمان (۳) عرش (۴) طبقۂ درمیانی (۵) عالمِ حیات و ممات مسلسل (۶) قصر مسعود (۷) مقامِ حقیقت۔

(۱۱۱)

پتھِر سلِل کھوٚت تا ٚے پتھِرے
ہیمہِ ترٛٹہٕ گے بین ابین وِمرشا
ژیتنہِ رو باتہٕ سب سمے
شِوُ مے ژرا ژر زگ پشا

(۱۱۲)

ژہی دیوہ گرٚتس تہٕ دھرتھی شرٚزکھ
ژیی دیوہٕ دِتھ کرٚژن پران
ژہی دیوہ ھٹنہِ روٚ سۄتے وٚزکھ
کُس زانہِ دیوہ چون پرمان

(۱۱۳)

گُنیِر اَسے بوزکھ گُنہِ نو روزکھ
گُنِہرن کوٚزنم ہُہنی آکار
گُنے اُسِتھ دۄن ہُندہ گومگ
ہُمے بیرنگ گوم گرِتھ رنگ

(۱۱۱)

پانی جم جاتا ہے تو بن جاتا ہے یخ
یا بشکلِ برف آتا ہے نظر

غور سے دیکھو تو یہ سب اصل میں
ایک ہی شے کے فقط ہیں تین روپ

جب شعورِ برترین کا آفتاب
نور برساتا ہے آب و تاب سے

مل کے تینوں دم میں ہو جاتے ہیں ایک

سچ جو پوچھو تو بسیطِ دہر میں
اور ہر شے میں کہ جو ہے ماسوا

شو ہی شو ہے جلوہ گر جلوہ نما

نوٹ:- جس طرح آفتاب یخ اور برف کو پگھلا کر پانی کی شکل میں تبدیل کرکے اس کے ساتھ یکساں بنا دیتا ہے۔ اسی طرح معرفت روح سے نہ صرف ذاتِ حق کے ساتھ یکساں ہونے کی اصلیت کو تسلیم کراتی ہے بلکہ یہ بھی واضح کر دیتی ہے کہ تمام کائنات بہر صورت قدرتِ مطلق کا ظہور ہے۔

(۱۱۲)

یارب کہوں میں کیا ہے شانِ جلال تیری
کب مجھ سے ہو بیاں یہ کیا ہے مجال میری

عالم پہ تو ہے چھایا ہر چیز میں سمایا
بخشی حیات تو نے قالب کو ہر بشر کے

تیری ہی گونج ساری ہے بے صدا جہاں میں
سبحان تیری قدرت کا ہے کہیں ٹھکانا؟

(۱۱۳)

تو اگر سمجھے کہ ہے توحید کیا
منفرد ہستی تری مٹ جائیگی

نیست بھی میں ہست مجھکو کر دیا
مٹ گئی اس سے مری بیگانگی

ہے یہی توحید شانِ ذاتِ حق
پھر بھی جاری ہے یونہی جنگِ دوئی

خود تو وہ بیرنگ ہے لیکن تجھے
مبتلائے رنگ و بو کر کے گیا

(۱۱۴)

رِیمے شہ ژٕ مہٕ رِتمے شہ مِمہٕ

شیامہ گکا ژٕ ئہٕ وٕین تاعٕ لُس

ییہرے بیٚن اَچھید ژٕ ئہٕ تہٕ ممہٕ

ژٕ شیٚن سوٗآعمی بوٗ شیٚے شُشس

شمبھو ہے تو ہی مالکِ حلقِ سیہ نشاں — تیری طرح ہیں مجھ میں بھی موجود چھ صفات

افسوس ہے کہ پھر بھی ہوں میں تجھ سے دُور — ہے یہ سبب کہ رنج و مصیبت کی ہوں شکار

مالک ہے چھ صفات کا تو اسمیں کیا کلام — مجھ کو لیا ہے لُوٹ انہی چھ صفات نے

---

نوٹ:- شِو کے گلے میں سیاہ (نیلا) نشان پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب دیوتاؤں نے سمندر سے امرت حاصل کرنے کی کوشش کی اور پانی کو چھان ڈالا تو پہلی چیز جو اس سے برآمد ہوئی وُہ زہر تھا۔ شِو اس کو پی گئے تاکہ یہ نقصان کا باعث نہ بنے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے گلے میں نیلا داغ پڑ گیا۔ اسی وجہ سے شِو کا ایک نام 'نیل کنٹھ' (نیلے گلے والا) بھی ہے۔

"چھ سے مُراد ذاتِ حق کے یہ صفات ہیں۔ (۱) ہمہ دانی (۲) قناعت (۳) علم ازل (۴) بے نیازی (۵) جبر (۶) قدرتِ مطلق۔ چھ انسانی صفات ذیل کے صفات بھی قرار دئے جا سکتے ہیں:- (۱) شہوت (۲) غضب (۳) خواہش (۴) تکبّر (۵) گمراہی (۶) حسد۔ یا ان سے چھ انسانی کمزوریاں مُراد لی جا سکتی ہیں۔ (۱) غم (۲) فریب (۳) پیری (۴) موت (۵) بھوک (۶) پیاس۔ یا ان سے انسانی زندگی کے چھ دور مراد لئے جا سکتے ہیں۔ (۱) عہدِ شیر خوارگی (۲) عہدِ طفلی (۳) بلوغیت (۴) شباب (۵) کہالت (۶) پیری۔ یا چھ سے مراد ہو پانچ اندریاں یعنی قوے اور 'من'۔

۱۱۵

(الف)

لل بوہ ڈرا بس کینسہ پوشیچہ شُرٕ ی

کاڈ ٹھ تہٕ دوٗنی کٔنہٕ تَم یتھٕ ری لتھ

پتیہِ ٹیلہِ کھارِ تَم زا نِچہٕ تیسے

وو وہری وانہٕ گیم الانٕ ری لتھ

(ب)

دوٗ بہٕ ٹیلہِ چھاونس دوٗنی کنہٕ بیٹھی

ستر تہٕ صابن منز تھٕ تَم یتُرٕ ی

سترٕ ی ٹیلہِ چھرِ تَم ہَنہٕ ہَنہٕ کاژٕ ہی

ادٕ للہِ مہٕ پراوم پرمہ گتھ

(الف)

اس جہانِ رنگ و بو میں شوق سے آئی تھی میں ۔۔۔ جس طرح روئی کے ڈوڈے سے نکل آتا ہے پھول
کیا بتاؤں گردشِ قسمت کہ بالآخر مجھے ۔۔۔ بیلنے کی کشمکش نے کر دیا زار و ملول
پھر مدد سے ڈور کی دھنکی نے قابو پا لیا ۔۔۔ منتشر باریک ریشوں میں مرے اجزا کئے
تب بنایا تختہ مشقِ عمل نساج نے ۔۔۔ کچھ نہ پوچھو مجھ پہ یوں جور و ستم کیا کیا گئے

(ب)

مل کے صابن سنگ پر دھوبی نے دے ٹپکا مجھے ۔۔۔ تن کو اجلا کر دیا من کو بھی اجلا کر دیا
بارہا درزی نے قینچی سے مرے ٹکڑے کئے ۔۔۔ اور سوزن سے مرا ہر جزو چھلنی کر دیا
منزلیں جب کر چکی طے پائے ہمت سے تمام ۔۔۔ تب کہیں جا کر ہوئی میں وصلِ حق سے شاد کام

نوٹ ۱۔ یہاں للؔ ان مراحل کا ذکر کرتی ہیں جن سے ان کو تلاشِ حق میں گزرنا پڑا قسم قسم کی تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد وہ کہیں ذاتِ حق سے واصل ہوئیں۔

(۱۱۶)

دِلیشہِ آیِس وَش دِبشہِ ژٕلِتھ

ژٕلِتھ ژوٗلُم شُشہِ اَدٕ واو

شِثوٕہِ ڈیُڈھُم شٲیہِ مِلِتھ

شہِ تہٕ ترٕ ترٕ ژٕویِچ مَس تہٕ شِثوٕہِ ڈراو

(۱۱۷)

سوٗن دراو وَہنہٕ تہٕ مَل گَو وٕتھِتھ

یِیلہِ مٕتٕ اَنزٕ ہہٕ دِیَتَس ناو

کَتھٕ زَنِ گَیَس لولہِ ویٚگلِتھ

یِیلہِ کُھٹکوٗش ژوٗل زِنشہِ رَو ڈراو

لَل پُوٚ روٗزِس تیٚلہِ شِہلِتھ

یِیلہِ ژٕتیَتَس پیٚیِ بوٗتَس ناو

(۱۱۶)

سیر کر کے دس جوانب سے میں آئی اس طرف

چیر کر نکلی خلا کو مثلِ طوفاں بے خطر

شوہی شِو کو جلوہ گر پایا وہاں دیکھا جدھر

بند کر کے رکھ دیا پھر میں نے چھ اور تین کو

شوہی شِو ثابت ہوا وجہ ظہورِ کائنات

---

نوٹ :- 'چھ' سے مراد پانچ 'اندریاں' یا قوٰی اور من۔ 'تین' سے مراد وہ تین آلائشیں جن سے کائنات ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جنہیں سنسکرت میں "مل" کہتے ہیں۔ یعنی (۱) "آنوَ مل" جس سے جیوا اپنے آپ کو محدود سمجھتا ہے (۲) "مایا مل" جس سے جیو ہر ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا سمجھتا ہے۔ اور (۳) "کارم مل" جس سے "کرم" یعنی عمل پیدا ہوتی ہے جو سکھ اور دکھ کا باعث بنتی ہے

(۱۱۷)

نکلا سونا آگ کی بھٹی سے تو روشن ہوا

جزوِ آلائش تھا جو کچھ اسمیں سب وہ جل گیا

آگ پر اس کو چڑھایا میں نے جونہی مثلِ یخ

سوزِ جذبِ عشق سے میں خود پگھل کر رہ گئی

جیسے سورج کے نکلتے ہی پگھل جاتی ہے برف

اور رہ جاتا ہے باقی چار سو بس آفتاب

جب میں یہ سمجھی کہ مجھ میں بھی ہے اُس کا ہی ظہور

پھر سکونِ قلب حاصل ہو گیا یہ جان کر

(۱۱۸)

شُنیک ماڈان کوڈُم پانس
میٚہ لَلہِ رُوزُم نہ بوٗد نہ ہوش
بھیدِی سینس پانَے پانس
اَدٕ کمہِ گَلہِ پھۆل لَلہِ ہپوٗش

ہلہِ ن

(۱۱۹)

مِتھیا کپٹ اَسَتھ ترووُم
مَنس کوٗرُم سُے وۄپدیش
ژَنس اندر کیوٗل زوٗنُم
اَنس کھیٚنس کُس چھُم دۄیش

(۱۲۰)

آبس تہِ سیٚودُے تہِ گرٛٹہ تہِ سیٚوُد
سیٚدس ہۆل مہٕ کریٚم کیاہ
بوٗتس اَسس آگرِے ویٚودُے
وِدِس تہِ ویٚندِس کریٚم کیاہ

(۱۱۸)

طے کیا میں نے خلا کا ایک صحرائے وسیع

لل جہاں قائم رہے میرے نہ کچھ ہوش و حواس

اصلیت سے جب وجودِ ذات کی واقف ہوئی

گیلی مٹی سے کنول پیدا ہوا میرے لئے

(۱۱۹)

ترک میں نے کر دیا سب جھوٹ اور مکر و فریب

تھا یہی اپدیش موزوں میرے من کے واسطے

مجھ کو تو کوئی نظر آیا نہیں جز ذاتِ حق

کھانے میں پرہیز کرتی کس سے بتلاؤ مجھے

(۱۲۰)

آئی سیدھی ہی یہاں سیدھی ہی اب جاؤنگی میں

کوئی ٹیڑھا ہو تو مجھ سیدھی کو کچھ پروا نہیں ہے

جانتا ہے وہ ہمیشہ سے کہ کیا ہوں کون ہوں

کیا کرے گا وہ مجھ ایسے جانے پہچانے کے ساتھ

یا آئی سیدھی راہ سے، جاؤں گی سیدھی راہ سے

کوئی کجرو ہو تو مجھ سیدھی کو کچھ پروا نہیں

(۱۲۱)

لَل بۄ ژالیس سۄ مَن باغہ بَرَس
وُچھُم شۄیِس شکِستھ میلِتھ تہ واہ
تِتھۍ لۍ گۄمۍ امریتہ سَرَس
زِندے مَرَس تہٕ میٚہ کرہ کیاہ

(۱۲۲)

اندر اٚسِتھ نیٚبر ژھونڈُم
پوٚنَن رِگَن کرُٔم سَنتھ
دھیانہٕ کِنۍ دے زٕ گیہ کیوٗل زونُم
رنگ گوٚ سنگس میلِتھ کیٚتھ

(۱۲۳)

سمسارس آیس تپسی
بودھہ پرٚکاش لۄبُم سہز
مَریم نہ کُنہہ تہٕ مرہ نہ کانسہ
مرہ نیٚچھ تہ لَسہ نیٚچھ

(۱۴۱)

لل میں گذری جب سمن زارِ دلِ مشتاق سے شو کو دیکھا میں نے شکتی سے وہ ہم آغوش تھا

جوشِ مستی سے ہوئی پھر کبل میاں امرت کی غرق بے نیازِ زندگی ہوں اب نہیں پروا مجھے

مر گئی ہوں گو بظاہر زندہ آتی ہوں نظر

---

نوٹ :۔ ’سمن‘ فارسی لفظ سمجھا جائے تو اس کے معنی یاسمن کے ہیں اور اگر ہندی کا تو اس کا مطلب ’میرا اپنا من‘ ہے۔

شو کا شکتی یعنی قدرت کاملہ کے ساتھ حاصل ہونا ذاتِ الٰہی کی برترین صورت ہے۔ امرت کی جھیل استعارہ ہے جو ذاتِ الٰہی کے ساتھ وصل حاصل کرنے کی سعادتِ ابدیت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

(۱۴۲)

مجھ میں تھا موجود وہ اور یہ مجھے معلوم تھا پھر بھی میں کرتی رہی باہر ہی بیتم کی تلاش

پا گئیں نقصیں تمیا تی سے سکوں میری رگیں دھیان سے پایا کہ حق کی ہے جہاں میں بود و باش

امتیازِ رنگ و بو ادراک میں جاتا رہا کیوں نہ ہو پھر غیریت کا پردہ اک دم پاش پاش

(۱۴۳)

ہیں تپسوی بن کے آتی عالمِ فانی میں آپ ذرہ دانش سے حقیقت دیکھ پائی ذات کی

کوئی مر جائے کہیں مرجاؤں میں اس سے کیا غرض میں مروں تو واہ وا زندہ رہوں تو واہ وا

---

نوٹ :۔ حقیقتِ ذات سے واقفیت حاصل ہونے پر زندگی و موت سے بے نیازی رہتی ہے۔

(۱۲۴)

دۄاد شانتہ منڈل ییس دیوس تھجہ
ناسکہ پوٚنہ داگرِ اَنا ہنتہ رَو
سعیم کلپنَ اَنتہِ زٔچہِ
پانٔے شہ دیوِ تہٕ ارزُن کس

(۱۲۵)

گگن زٔ ہی بھوتل زٔ ہی
زٔ ہی چھک دیٚن پَوَن تہٕ راتھ
ارگ زندان پوش پونی زٔ ہی
زٔ ہی چھک سورُے تہٕ لاگی زِ ہی کیاہ

(۱۲۴)

'برہمہ رندر' کو سمجھا ہے جو خود اپنی ذاتِ حق کا اک عالی مقام

دم ہے اپنے دل سے لیکر ناک تک جانتا ہے وردِ آوازِ رواں

اس کے سب اوہام باطل خود بخود دم ہیں مٹ جاتے ہیں ہوتے ہیں فنا

ذاتِ حق پاتا ہے اپنی ذات میں پس رکھے۔ کس کی پرستش وہ روا

---

نوٹ:۔ آواز رواں یعنی 'اوم'، 'برہمہ رندر' اس جوف کا اصطلاحی نام ہے جو کاسہ سر کے اگلے حصے میں واقع ہے۔ بعضوں کے نزدیک یہ مقام ریڈھ کی ہڈی کی نلی میں ہے۔ اس کا قریبی تعلق 'سہسرار' کے ساتھ ہے جو ہر انسان میں ذاتِ افضل 'شو' کا مقام ہے۔ یہ انسان کی ذات سے علیحدہ نہیں۔ جب انسان اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو وہ کسی اور کی پرستش کرنا بیہودہ سمجھتا ہے۔

(۱۲۵)

زمیں تو ہے زماں تو ہے، ہوا دن رات بھی تو ہی

چڑھاوے کا اناج اور جل بھی چندن، پھول بھی، تو ہی

غرض ہر چیز میں تو خود سمایا ہے بہر صورت

میں حیراں ہوں کروں کیا نذر تیری ایسی حالت میں

---

نوٹ:۔ یہاں بھی رسمی پرستش کو روحانیت کے مقابلے میں بے معنی بتایا گیا ہے۔ چونکہ تمام مخلوقات کا منبع ذاتِ الٰہی ہے۔ کوئی چیز جو نذر کی جائے خود وہی ہے پس کون کس کو اور کیا نذر کرے۔

ست سنگے پوٗتر دوٗرم

توٚ سٔتھ روزٕس تۄدپرٕچھ بر

دٔشہ دٔشمی دوار پژرٕلوٗم

ایکادٔشہ ژٔندرٕس کٔرم لے

دوادٔشہ منڈلہ ڈیکھ شوٗروٗم

ترۄدٔشہ تہٕ بینی ناٛدم کاسے

ژوترٕ دٔشہ ژوداہ بھوَن شماٛوِم

پوٗرنہٕ پانژٔ دٔشہ ژٔندران کوٗرم وۄدے

اوکدہ بھگی پان سندوٗرم

رٔسہ تہٕ روزٕس کلپن تراوِتھ

سُے ہا مالہ کٔرم پوتہ تلین پوز

پاک ہو کر ابتدا پوجا کی کہت سنگ سے

نویں دن در اور دریچے بند میں نے کر دیئے

دسویں دن دسویں مکاں میں کر دیا روشن چراغ

گیارہویں دن چاند سے پیدا شناسائی ہوئی

بارہویں دن کر لئے قابو سبھی منڈل و جہات

تیرہویں دن تن کو تو بھینی پہ کر کے صاف و پاک

چودہویں دن چودہ عالم آئے قبضے میں مرے

پندرہویں دن میں نے دیکھا چاند کو ہوتے طلوع

پھر سنبھالا روزِ اول میں نے اپنے آپ کو

تب ہوئی آزاد فکروں سے، ملی راحت مجھے

بُت پرستی کرنے کا تھا بس یہی میرا عمل

---

نوٹ :- ان اشعار میں لل ان مختلف مراحل کا ذکر کرتی ہے جو اس نے یوگ کا متواتر عمل کرنے کے دوران میں طے کر لئے تھے۔ اس کا اظہار وہ رمزی علامات کے ذریعہ سے بیان کرتی ہے۔ جن کا تعلق پندرہ دن تک چاند کے بڑھنے سے ہے۔

اومکار بیٚلہِ لبہٕ اوٚکنو
دُہی کوٚرُم پٔنُن پان
شہ ووٚت ترأوِتھ ستہ مارگ رٹوکھ
بیٚلہِ کٔل بہٕ وأتٕس پرکاشہٕ تھان

نِ - لامکان

(۱۲۸)

دَمہ دَمہ اومکار مَن پٔرہٕ نوٚم
پانے زٕان پانے بوزان
سُوہم پدس اَہَم گولُم
تیٚلہِ کٔل بہٕ وأتٕس پرکاشہٕ تھان

ن - لامکان

(۱۲۹)

گیانہٕ کی امبر پیٚرِتھ تنیٚے
یم پد لَلہ دِپی تِم ہرِدہٕ اَکھ
کارِہ پرہٕ نوٚکی لے کوٚر لَلیے
ژِتھ جیوٚتہ کٔس مرنہٕ شأنکھ

جسم کو صورت اک انگارے کی دی ۔۔۔ میں نے اپنایا نہ کب 'اُمکار' کو
ساتویں پر جا پہنچی جب تو پھر ۔۔۔ راستے تھے چھ وہ طے میں نے کئے
عالمِ انور میں للؔ داخل ہوئی

نوٹ :- للؔ کا مطلب ہے کہ حبسِ نفس سے اس کا جسم آتشِ منوّرہ کے ذریعے سے روشن ہوا۔ چھ راستوں سے مراد چھ چکر ہیں یا شکتیوں کے تابع چھ مقامات جو انسان کو عمل کرنے پر اُبھارتے رہتے ہیں۔ ریاضت گزار کو انہیں یکے بعد دیگرے قابو کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر وہ ساتویں اور بالاترین منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ یعنی 'سہسرار' چکر میں جس میں محو ہو جانے سے وہ آخری نجات حاصل کرتا ہے۔

(۱۲۸)

خود ہی میں پڑھتی رہی اور خود ہی سنتی بھی رہی ۔۔۔ اپنے من کو برسوں 'اوم' کی تعلیم دی
تب کہیں میں عالمِ انوار میں داخل ہوئی
ھُو کے آگے کر دیا اپنا سرِ تسلیم خم ۔۔۔ حذف، اناالحق سے کیا لفظ 'انا' کو یک قلم

نوٹ :- 'سوہم' ، 'میں وہ ہوں'۔ 'اہم' 'میں ہوں' یعنی انانیت۔

(۱۲۹)

ہو عمل پیرا کلامِ للؔ پہ تو ۔۔۔ زیبِ تن کر کے لباسِ معرفت
روح کی تابش سے ہم آغوش ہے ۔۔۔ اس کو حاصل ہے اعانت اوم کی
دور اس نے کر دیا خوفِ اجل ۔۔۔ مست ہے وہ محو ہے مجذوب ہے

نوٹ :- 'پرنو' ، پُراسرار لفظ 'اوم' ہی کا دوسرا نام ہے۔

(۱۳۰)

کٔکرٕ سُس زَن مَل ژولُم مَنَس
اَدٕ مےٚ لَبُم زَنَس زان
شُہ گلیہ ڈیُٹھم نشہ پانَس
سوٚرۍ سُہ تہٕ بوٚہ نہٕ کینٛہ

(۱۳۱)

اَندرِی آیَس ژٕندرِی گاران
گاران آیَس رٕہُتِن رٕھی
ژٕیٚہے ناران! ژیٚہے ناران!
ژیٚہے ناران! یِم کَم رٕھی

(۱۳۲)

پانَس لاگِتھ رُودُکھ مےٚ ژٕہ
مےٚ ژٕۓ ژھا ڈان اُدُستم دوہ
پانَس منٛز یٚلہِ ڈیُٹھُکھ مےٚ ژٕہ
مےٚ ژٕۓ تہٕ پانَس دِیُتُم ژھوہ

(۱۳۰)

میرے دِل کا میل سارا دُھل گیا اس طرح جیسے کہ آئینہ سے زنگ

گیان کیوں حاصل نہ ہوتا پھر مجھے

میں نے جب پایا اسے اپنے قریب تھا وہی سب کچھ میں خود کچھ بھی نہ تھی

(۱۳۱)

میں آسیمہ سر چاند کی جستجو میں رہی دل کے خلوت کدے میں برابر

کھُلا اس تگ و دو میں مجھ پر یہ آخر مماثل مماثل سے ملتا ہے جا کر

بہر رنگ ہر شے میں تو جلوہ گر ہے

جدھر دیکھتی ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

میں حیراں ہوں اس عالمِ رنگ و بو میں نہیں غیر کوئی تو یہ روپ کیسے!

نوٹ:- ذاتِ انسان اور ذاتِ حق فی الحقیقت ایک ہیں۔ مختلف روپ اسی ذاتِ حق کے جلوے ہیں جو اس کے بغیر کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

(۱۳۲)

ذات میں اپنی سما کر خود تو پنہاں ہو گیا اور نگاہوں سے مری تو سر بسر اوجھل رہا

جستجو میں تیری سارا دن ہوا میرا تمام لیکن آخر تجھ کو میں نے اپنے اندر پا لیا

پھر مسرت سے کچھ ایسی مجھ پہ مستی چھا گئی

ساتھ تیرے جھوم جھوم کرتی رہی اٹھکیلیاں

نوٹ:- ابتدا میں لل اپنی ذات کو ذاتِ حق سے الگ سمجھتی تھی۔ لبعد میں جب اسے معلوم ہوا کہ ہم در اصل دونوں ایک ہیں تو اپنے آپ کو ذاتِ حق کے ساتھ واصل پا کر اُس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔

(۱۳۳)

ژینِھ نۄوُے ژٔندرمہ نۄوُے

زلہٕ مَے ڈیُوٗٹھُم نۄَم نۄوُے

بۄنیِہ پیٚیٹھہٕ لَلہٕ مۄہ تَن مَن نۄوُے

تتہٕ لَل بۄہ نۄَم نۄۓ چھیَیں

(۱۳۴)

پِیہ پِیہ کرٕم کورُم سُہ ارزُن

پِیہ رَسنہٕ وِہ ژورُم تی مَنتھر

ژھُہے لۄگمو دِماسٕ پَرژُن

سُے پِیہ پَرمہ شِوُن تَنتھر

(۱۳۳)

دیکھتی ہوں روح کیا اور چاند کیا
نو بہ نو صورت میں دونوں رونما

دیکھا میں نے یونہی جب پہنائے آب
دمبدم، لحظہ بہ لحظہ تھا نیا

تن بدن کو اور من کو صاف و پاک
جب سے اے لل میں نے بالکل کر لیا

پاتی ہوں اپنی حیاتِ مغتنم
نو بہ نو تازہ بتازہ دمبدم

---

نوٹ :۔ قدرت کے مناظر ہر دم بدلتے رہتے ہیں۔ چاند ہر دم نیا ہے بلکہ ساری کائنات جو مستحکم اور نہ بدلنے والی معلوم ہوتی ہے وہ بھی بدلتی رہتی ہے۔ مگر انسان ہے جو ماضی اور مستقبل کی دُنیا میں رہتا ہے۔ حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو انسان کا شعور بھی بدلتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ انسان ماضی کی یادوں اور مستقبل کی جھوٹی آشاؤں سے آزاد نہیں ہوتا، وہ زماں و مکاں کی قید میں پھنسا رہتا ہے۔ لل اب ان قیود سے آزاد ہے۔ اور ہر لمحہ نئی ہے۔ اُس کے لئے اب نہ ماضی ہے، نہ مستقبل۔

(۱۳۴)

میں نے کیا جو کام عبادت سے کم نہ تھا

نکلی جو بات منہ سے وہ منتر سے کم نہ تھی

ہر انگ تھا بدن کا اسی بات کا گواہ

منتر جو 'پرم شو' کا ہے اسکا ہے یہ نچوڑ

لل دید
نصرالدین:-

(۱۳۵)
ہِری لیَس ہیُوٚ نہ پرٛکاشس گُنے
گنگہِ ہیُوٚ نہٕ تیٖرتھ کانٛھ
باٛبیس ہیُوٚ نہ باٛنٛدَو گُنے
رَنہِ ہیُوٚ نہ سوکھ کانٛھ

شیخ نورالدین:-
ہِدہ مول
اٖچھن ہیُوٚ نہٕ پرٛکاشس گُنے
کوٹھٕین ہیُوٚ نہٕ تیٖرتھ کانٛھ
چیٚنٛدس ہیُوٚ نہٕ باٛنٛدَو گُنے
کھَنہِ ہیُوٚ نہ سوکھ کانٛھ

لل دٛید:-
ماپہِ ہیُوٚ نہ پرٛکاشس گُنے
لَپہِ ہیُوٚ نہٕ تیٖرتھ کانٛھ
دٛلَس ہیُوٚ نہٕ بانٛدَو گُنے
بیَس ہیُوٚ نہ سوکھ کانٛھ

**تمہیدی نوٹ:۔** شیخ نورالدین رحؒ جو چرار شریف میں رہتے تھے اور ایک بلند پایہ صوفی تھے۔ لل دید کے ہم عصر تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اور ان کے ایک خاص مرید بابا نصرالدین رحؒ اکثر اوقات لل دید کے ساتھ تصوّف اور روحانیت سے متعلق مسائل پر مناظروں میں شریک ہوتے تھے۔ ان مباحثوں اور مناظروں کا ذکر قدیم فارسی کتب 'نورنامہ' اور 'ریشی نامہ' میں پایا جاتا ہے۔ نمونے کے طور پر تینوں کا کلام ملاحظہ ہو۔

بابا نصرالدین کہتے ہیں:۔

(الف) روشنی جیسی ہے سورج میں کسی شے میں نہیں | جیسا تیرتھ رودِ گنگا ہے کوئی ویسا نہیں
بھائی سے بڑھکر کسی کا رشتہ ہو سکتا نہیں | دیتی ہے سکھ جیسا بیوی کوئی دے سکتی نہیں

شیخ نورالدین رحؒ فرماتے ہیں:۔

(ب) روشنی جیسی ہے آنکھوں میں کسی شے میں نہیں
اور ٹانگوں کے برابر کوئی تیرتھ ہے نہیں
جیب اپنی تو سمجھ لے سب سے بڑھکر رشتہ دار
دیتی ہے سکھ جیسا چادر کوئی دے سکتا نہیں

لل دید فرماتی ہیں:۔

(ج) روشنی جیسی ہے عرفاں میں کسی شے میں نہیں | جذبۂ عشقِ حقیقی سا کوئی تیرتھ نہیں
ذاتِ حق جیسا نہیں دنیا میں کوئی رشتہ دار | سب سے بڑھکر سکھ کا باعث ہے فقط خوفِ خدا

نوٹ:۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ مناظرہ درحقیقت لل دید اور اس کے گورو سدھ بابو کے درمیان ہوا تھا جسمیں پہلا واکھ (ا) لل دید نے کہا، اور دوسرا (ب) سدھ بابو نے۔ اس پر لل دید نے تیسرا واکھ (ج) کہکر سدھ بابو کو لاجواب کر دیا۔

# ضمیمہ

رتم تراوی - میٚتر (متروک) تہٕ پرأنی لفظ یِم یِمن واکھن منٛز ورتنہٕ آمِتۍ چھہٕ مگر تشریحی نوٹن منٛز چھینہٕ وِیژھناونہٕ آمتۍ۔

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| ۲ | سُمن سۆتھ | سُمو (کدلو) سان سۆتھ |
| ۳ | دیہہ کاڈ | بدنک سیٖزر |
| ۴ | ہارِ بجہ | کمانہ |
| | ابکھ | اَن ہیٚچھرے |
| | رازہ دانی | رازہ محل - لٔر |
| ۵ | لوہ لنگر | شٔشترُو لنگر - گرہستھ، دنیاوی کاروبارٕکس دُنیاہس سیٖتۍ گنڈتھ چھہٕ تھوان۔ |
| | زٔرہ سعرپ | (بجمی) پنٕن اصلی آتما روپ۔ |
| ۶ | دۄشہٕ بوز | کم عقل (دۄش - ہاکہ ووش) |
| ۸ | دوکھش کرِتھ | تیٚچھتھ - دوہ تھٔرتھ |
| ۹ | غاٹِل | ژھوٹھ |
| ۱۰ | دِشہ | (دِشا) طرفہ |
| | انتہٕ | آخرس کنہ |
| ۱۱ | اژھین | ژھینہ روس |
| ۱۲ | اروُن (بروُن) | مختیچ موٚزوری |
| ۱۷ | مارگ | وتھ |
| | لاماژ کرہ | (ماترِکا منڈل) تسکتی ین ہُند سُموٗہ۔ |
| | کرِیہ دار | کٔرِ (عمل) دارتھ |
| ۲۰ | بمم | حسلہ - مازس موٗرِ کھارتھ |
| ۲۱ | ترُونگ | گُرگہ |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| ۳۲ | سپرشہ | سپرہ (محسوس کرہ نہ) |
| | نیچھ | جیان (نیچھ ناوُن) |
| ۳۳ | تمہ رُگ | گرُو |
| | گگن | آسمان |
| | برمہ وون | پھیرہ وُن |
| | رنمیشہ | اُچھہ پیٹھ |
| | یُوزن | (یوجن) ۳ میل |
| | پچھ | ہاگر |
| ۳۴ | رسائن گنڈھ | اکسیر۔ کیمیا بناوِتھ |
| | ناڈہ دل | ناڑِین ہند گیوڈ |
| ۳۵ | اننے بزھ | اُنہ سنزہ تحصیہ |
| ۳۶ | ہل کورمس | زور لگو مُس |
| | رسہ نشہ تہ | طاقتہ نیبر تہ |
| ۳۷ | نیچھرُ تہ ساتھ | (نمشتر ادر ساعت) |
| | سلس | (سلِل۔ آب۔ پونی) |
| | لوکن | نُون |
| ۳۸ | اود رلب | لبُن مشکل، نایاب |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| ۳۹ | کرثبے | یوہ سہ کاٰم کرنہ پزہ |
| | وھارُن تہ پارُن | ووَرت (فاقہ) تہ |
| | | روزہ (دریخ) |
| | کاسے | بدن |
| ۴۰ | ژلہ ژتا | ژلہ وُن من یا شعور |
| | ژنتھ | (چِنتا) فکر |
| | کھیعہ وہرہ | بعہ چھہ ژلہ |
| | کو۔ زشنہ | کُس زانہ۔ کوہ زانگھ |
| ۴۱ | وٹا | کیتہ وَتھ |
| | دوُرُ وٹا | (دوُرِ کنین ہُند ہند) |
| | ہُوٹہ | گاٹُل۔ پوزمُت |
| | سنگاٹھ | میُل، واٹھ۔ یکہ وٹہ گرُن |
| | زل | (جل) آب |
| ۴۳ | سد بھاوہ | پزہ دلہ |
| | رنتھ | پژھتھ دوہ |
| | سادہ | (سواد۔ مزہ) ابدی آنند |
| | پیئرنے | (پیُون) پیئہ۔ پیے |

| نمبر | لفظ | معنی | نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| | اَکڑی | کیشہ نہ کرہ ون۔ کرہ ون تہ کرمو نشہ موہ گل۔ | | پژنتھ | ڈنتھ |
| ۴۴ | لز | (لجا) شرم | ۵۰ | ژرمن | (چرم) ژم |
| | شیت | تپیر | | پھلہی سوو | پھل (میوہ) دیہی بسیار۔ |
| | بواری | کاسی | | کتھو دانڈس | (کوتن) بادامی رنگہ دانڈس۔ |
| | ترن | (تنکا) گاسہ، تجہ | ۵۱ | اوپیتاگری | یمن منہ کاتھہ پیتار (خور طریقہ) آسیہ لاپروا۔ |
| | آہار | کھین | ۵۲ | سکھم | (سوکھشم) زاویل |
| | اژیتن | بے جان | | ابھیاسکہ | ریاضت کرنہ کیہ |
| | سُسرژیتن | جاندار | | نیتشپے گرم | (شکہ روس) پرودم |
| ۴۵ | نشپتھ | پیژھ روس | ۵۳ | کیسر | سہہ شیر |
| ۴۶ | اَبلہ | (ابلا) کمزور | | پُرُشُم | پورشم |
| | بوہ رز | زندگی بندی روگ تہ بیمارہ۔ ننہ سمسار کرُ دوہ کھ | ۵۴ | کھاریک | سیٹرل من (آب خنک) (بچھیرہ) |
| ۴۹ | زاین | چھلہ چھانگرہ کرون | ۵۵ | کُسمہ | پوشہ |
| | اُٹھ کڈتھ | پاز کرون۔ تھیہ تلتھ نیتھ کڈون | | امہ لانگو | گل ورُس۔ پاک |

| نمبر | لفظ | معنی | نمبر | لفظ | معنی |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| ۵۶ | نیٖنٛدا | لوکہٕ کتھہٕ، بدرد | | دوہ لاس | شیرُن نتہٕ پارُن |
| ۵۷ | بول اُپٲری نیٖم | کتھہٕ بدرد۔ وُنیٖم | ۶۰ | امبر | پلو |
| | واسا | جاسے | | سمہ یرہ | یُس ساروی تھوٚد |
| | کھید | دوکھ۔ تکلیف | | | (پرٕ) چھُہ۔ چھُنہٕ |
| | ہکرس | اٰہنس | | | پیٚنیٚنی اصلیت۔ پیٚنیُ |
| | ساسا | شور | | | آتما، (سعم) |
| ۵۸ | پُشتھہ | ژھپیتھ | ۶۳ | وِیُو | (وِچھو) رازہٕ سِمی |
| | کور | کون | ۶۵ | دٔنی | دٔنہٕ (دھن) وا علی |
| | شرتہٕ ووٚن | بوزہٕ وُن | | | رازہٕ، خوش نصیب |
| | تتو ودِس | یَس تتوَن ہنٛز زان | ۶۶ | زیوٚنت | زندے |
| | | چھہٕ۔ تتوگَے تم ۳۶ | ۶۸ | شیل تہٕ مان | چال چلن تہٕ شہرت |
| | | categories | | ٹُلی | (ٹلی) طاقتور |
| | | ہیمہ بیتی (شیوفلاسفی | ۶۹ | ہُنتواہ | درِہ وُن نار |
| | | کنہ) ساری کائنات | | دُور دوا گمن | آسمانی وُڈوکرُن |
| | | بنیمژ چھہٕ۔ | | پیرہ ژہ رچہ | (پیرن) کھورُن |
| ۵۹ | کندیو | دنیہ داری۔ انسانو | | | پیٹھ پکن۔ |
| | کندے | بدن | | کاٹھ دینہ | ہیچوہ گاڈ |

| نمبر | لفظ | معنی | نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| | سکوٗل | سورُے | | سندرہٕ | (سندیہہ) شک کرُن |
| ۷۰ | وُنتہٕ ناشتھ | وُنتہٕ پنیٹھ لوُٹن وٲلی | ۷۷ | گیہہ | گرٕہ بار |
| | سنمنتھ | شہوت۔ کام | | تیٖزی | (تیج) ترآوی |
| | دیوٗندُن | موٗنُ | | ویپھوٗل | پھل یا فایدہ روٗس |
| | سوٗاس | سُوٗر | | داس | (آراہٕ چ) جاےٚ |
| ۷۱ | ہٕمنےٚ | زاعٕہ نیتھ ماٗ نیتھ | | کندیٗو | کیٖنژہٕ شُو |
| | وِشےٚ | اصلیت (مُول کیتھ) | | سوٗاس | نفس۔ شاہ |
| | دڑھ | مضبوط۔ اٹل | ۷۸ | کلُن | (کَل۔ تمنّا) |
| ۷۲ | رٔنگس | سٹیجس پیٹھ | | کالہٕ۔ زاٗلی | (کال۔ وقت) |
| | وٚیر | دُشمنی۔ نفرت | | | قتیج والہٕ واٗعش |
| ۷۳ | کلپن | (کلپنا) بُلی تہٕ بیہوٗدہ | | | یا وقتک زال۔ |
| | | خیال | | وٚنیدٕ و گیہ | وٚرتادُو گرٕہ بار |
| ۷۴ | شُرہ گرٗہ ناتھ | تھدٕین دیوتاہٕ ہٕن | | اٗموٗل | مَل ہٕ روٗس۔ پاک |
| | | ہُندتہٕ خالق و مالک | ۷۹ | وِشمس | کھرٕ دار |
| | ادٗیے | دوٗیُ روٗس | | پاشٕس | زالُس |
| ۷۵ | سداٗئے | (صدا) دوٗہ ہےٚ | | ابوٗدی | بیقلن (بدّھی روٗس) |
| | بودُم | (بادھام دوہ کھڑٕ دُم) | ۸۲ | پژ کرتھ | (پژ کرتی) مادی |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| | | یا خارجی کائنات بمقابل آتما۔ |
| | ہوٗنٛزم | (ہیٛود گرٕ شھن ہیوٕ کھٗن موٕ ژٗن) |
| ۸۸ | برہمہ ہٕتٕشی | برہمن ہتیایہ (قتل) یتھ برابر کوٗر زیٛنہٕ اَتھ مانٛنہٕ یوان۔ |
| | گرٕژ | (گتی) چال |
| ۹۱ | ووٗدٕرِ | ہُشیار |
| | اَپٕتی | ناپاک |
| ۹۲ | گوٗ | کنکھ (گندم) |
| ۹۳ | سرٕگال | شال |
| | سنگلی | ساڑی |
| | نینگرہٕ | لتہٕ |
| ۹۵ | ڈٕنگرٕ | شونگہٕ بیٚسر تراوٕ |
| | وُترٕ | نفکہٕ روٗس ہمیشہ |
| | تیلی | شروٕ۔ وارٕ وارٕ پکہٕ یا دٕسہ |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| ۹۶ | اکوٗل | یُس کوٗل، یعنی ساڑی سِپی کائناتس اپور چھُہ۔ مطلق |
| | داڈٕی | (ڈاڈٕی۔ مضبوط) ہمیشہ رُدزن وول |
| | پنچہ بندٕی | پانٛژن بندرین (قویہ) ہُند |
| ۹۷ | اشوٕوار | گُرٕ سوار |
| | چیدٕ لیس | کھیٛیس |
| ۹۸ | اناہتھ | اومکار۔ آواز یوٕ آتُل چھہ۔ |
| | کھٕ سوٕ زیٛچھ | (کھٕ۔ آسمان) یس نٕہٕ کانٛہہ روٗپ چھُہ |
| | شُنیاسے | یُمی سُند گرٕ شنیس منٛز چھُہ یعنی لامکان |
| | ورٕن | ذات۔ رنگ |
| ۹۹ | زنٛنہٕ | زنٕہ۔ ماجہ |
| | ووٕدرس | گرٕبس۔ شرٕی بانس |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| | کلیش | دوہ کھ، تکلیف |
| | دۄار بزنہٕ | دروازس پلنٹھ پڑارنہٕ۔ |
| ۱۰۰ | شیَل | (شِلا) بڈ کنہٕ |
| | پٹس | پائر تروہ سرٹکہ |
| | پرتھ وُن | زمینک (پرتھوی) ہند |
| ۱۰۱ | ماترِ ریپ | مائج لاگتھ |
| | پے | دودھ (سگ) ہائے برہ |
| | وشیش | بنٕہ خاص پٕنہٕ |
| | مایا ریپ | زنانہٕ مگر دوہ کھ دِنہٕ واجنی بنتھ |
| ۱۰۲ | ورُن | (یا رنیک دیوتا) آب |
| ۱۰۴ | زوسہ | ژاس کرہ |
| ۱۰۷ | بان | آفتاب۔ سِرِ یہ |
| | بھور بھوہ سوہ | ترٕنہٕ عالم۔ زمین ویژتہٕ آسمان یا دی |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| | | ذہنی تہٕ روحانی عالم |
| | وٕتیسر نٕتھ | (وٕتیسر نٕتھ) رخصت ہیتھ وژاسے) |
| ۱۰۸ | ابھیاسی | مشق۔ ریاضت ذہیتی |
| | سوٚرگ کٕہسو | ویکاسہٕ سٕوس سیتھا ییلا ویٚکاس چھ۔ |
| | | ساری کائنات |
| | لیہ دِتھ بیمگُن ... | فنا گو (لیے پیل فنا) صفاتو سوٚس (یعنی ساری کائنات ریچ گگنس تہٕ زٕن گو خلاہس منز گیہ غائب۔) |
| | ژژٕتھ | ژژ ٹھ (صدا) دِتھ |
| | اناہے | (خلاتہٕ گوٚل تہٕ رود محض) بزرتہ مطلق تہٕ خدائے تعالے اوت۔ |
| ۱۰۹ | کوٚل | ساری کائنات یوسہ |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| | | ۳۶ تتو وسیتی بنیمژ (وُچھو ۵۸ نمبر) |
| | مالِش | کنُس |
| | مُدرہ | (مُدرا) اُتھِن تہ اَتھ بگجن ہنز حرکژ تہ شکلہ یمہ پُوزا یہ ورزِ بناوِتھ یوان چھِ |
| | پرُویش | دخل |
| | معہ تہ - یے | معہ ژیے |
| ۱۱۰ | دھیے | یکھ ییک دھیان یس بیہ کتھ |
| | سروُ کرُنی | سارِنی کرن وول. خالق |
| | اَلوُسے | پزر - مطلب |
| | لیہ | (فنا) |
| | پر | (اوتم) سارِوِ ژھو د خدائے تعالیٰ. |
| | پُشمِتھ | وُچھِتھ |

| نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|
| ۱۱۱ | ... سلل ... | آب (تیپر یوِ نتہ بنیو تیخ) |
| | ... ہمہ ... | ہُم (شین) بیاپُرکی ہیُون ہیُون بیاپُرکی کُنی. |
| | باتہ | (باتُن پہ چھکُن - پہ پرُلن) |
| | سب ییمے | سورُے یمہ |
| | ژرا ژر | جاندار تہ بے جان حرکژ واعالِ تہ حرکژ رُسی. |
| | زگ پشا | (جگت) کائنات وُچھ |
| ۱۱۲ | گرُتس | کائناتس (یہ سورُے گرِنہ آمُت چھُ) |
| | سترزکھ | واتتھ |
| | پرمان | (وزن یہ مانہ - ناپ تول) بگر |
| ۱۱۳ | ... ہنی آکار نشانہ ... | مٹووُنم - لاھس سیتی ملہ ناووُنس. |

| نمبر | لفظ | معنی | نمبر | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۱۴ | ٹھاریش | (ٹوٹھ) مصیبتس | | | واجینہ |
| | | زِجس. | ۱۲۴ | ژھجہ | (ژھنبہ۔ ژھل۔ جاے) |
| ۱۱۶ | شتنہ | شُنہ۔ خلا | | | شروژ جاے۔ |
| ۱۱۷ | انلاپہ | نارس منز (اَنل نار) | | ناسِکہ ... | (نش تہ رِکنی پوٚنہ |
| ۱۱۸ | بھیدی | رازدار۔ واقف | | | نیرہ وُن نفس یعنی |
| | رِگلہ | (رِگل) زیہ | | | شاہ) داڑی (دارِتھ |
| ۱۱۹ | دوٚیش | دٚیش۔ نفرت | | | یعنی رٹِھ) اناہتھ |
| ۱۲۰ | وٚدِس | زاعنس | | | رو (اومکاریچ اَٹل آواز) |
| | ویندِس | ٹاٹھس (زوٚونیرے) | | سعہ یم | پانے |
| | آگرِ ے | اَولہٕ پیٹھے | ۱۲۵ | بھوتل | زمین۔ دھرتی |
| | ویوٚ دُ ے | زاغنہ | ۱۲۶ | ہرِدہٕ اَعنکھ | دِلس گنٛھتھ |
| ۱۲۱ | نے گرِم | ماے بٔرم | | کارینز ترِپوٚ کرِ | 'اوم' کہ (کارنہ) |
| ۱۲۲ | پوٚنَن | نقش | | | وچھ کینہ |
| | رَنگ... | کائنات ہیچ خداین | ۱۳۴ | اڑن | پوزا |
| | | بیتھ | | رَشنہ | (رسنا زِیوٚ) یہ زیوہ |
| | کیوٚل | اوت۔ صرف | | | ووٚنم۔ |
| ۱۲۳ | تپسی | تپ تہ ریاض کرَن | | پرِڑن | (پرِ چے) روٚنم |

| نمبر | لفظ | معنی |
| --- | --- | --- |
| ۱۳۵ | کھسہٕ ہیوٚ | گرٕ پٮ۪ٹھہٕ ژادرِ رٲہیوٚ۔ |
| | بٮ۪یہِ ہیوٚ | خوف یا خدا لیٛن ہیوٚ |